بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 5 | صفر ۱۴۲۹ھ مارچ ۲۰۰۸ء | شمارہ: 3

اس شمارے میں

قیمت

فی شمارہ : 15 روپے

سالانہ : 150 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

200 روپے

برائے رابطہ

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

کلمۃ الحدیث

حافظ ندیم ظہیر

دیکھنا! کہیں یہ گھر جل نہ جائے

کسی بھی معاشرے کی تباہی کے بنیادی اسباب میں سے ایک سبب ''عصبیت'' ہے۔ وہ لسانی ہو یا وطنی، قومی ہو یا صوبائی، الغرض! یہ ایک ایسا ناسور ہے جس کی اسلامی معاشرے میں قطعاً گنجائش نہیں ہے کیونکہ شریعتِ اسلامیہ نے وہ تمام رخنے بند کر دیئے ہیں جن کی وجہ سے اجتماعیت انفرادیت میں بدل جاتی ہے، قومیں قوم کہلانے کا حق کھو بیٹھتی ہیں اور معاشرے دیمک زدہ لکڑی کی طرح کھوکھلے ہو جاتے ہیں۔

ایک مسلمان کے لئے کتاب وسنت کی تعلیمات اس کے لئے سرمایۂ حیات ہوتی ہیں۔ حالات خواہ کیسے ہی ہوں ان سے انحراف بہرصورت جائز نہیں ہے، انھی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر فلاح ونجات کے راستے پر گامزن اور آخرت میں سرخروئی سے ہمکنار ہوا جا سکتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ امن وآشتی اور محبت و چاہت کے اُس معاشرے کا تصور اجاگر کیا جائے جسے شریعت اسلامیہ نے تشکیل دیا ہے اور یہی وہ معاشرہ ہے جس میں خیرخواہی، اخوت اور بھائی چارگی کا درس ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ﴾ بے شک تمام مومن (آپس میں) بھائی بھائی ہیں۔ (الحجرات:١٠)

اسلام میں شرف وعزت کا معیار لسانیت، وطنیت، قومیت اور صوبائیت نہیں بلکہ تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ یقیناً اللہ کے ہاں تم میں سب سے زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ بہت علم والا، خوب باخبر ہے۔ (الحجرات:١٣)

نسل پرستی بھی چونکہ معاشرے میں دراڑ ڈالنے کا کردار ادا کرتی ہے لہٰذا شریعت اسلامیہ میں حسب ونسب پر فخر کرنے کو بھی ممنوع قرار دیا گیا اور اس کی پرزور تردید کی گئی ہے۔ دیکھئے

صحیح مسلم:۹۳۴،ابوداود:۵۱۱۶ وسندہ حسن

اسلام ہی وہ روشن خیال مذہب ہے جس کے ذریعے سے برادری، قبیلے، علاقے اور رنگ و نسل کے امتیاز کا خاتمہ اور قلوب واذہان میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اسلام کسی سرحد یا بارڈر (Border) کے دائرے میں قید کرنے کے بجائے پوری امت مسلمہ کو ایک معاشرہ بننے کا سبق دیتا ہے اور ایک مسلمان کے درد کو دوسرے مسلمان کا درد قرار دیتا ہے۔ جو ایمان کی حلاوت چکھ لے خواہ دنیا کے کسی خطے کا رہنا والا، کسی رنگ میں ڈھلا اور کوئی سی زبان بولنے والا ہو وہ دوسرے مسلمان کو نقصان تو درکنار اس کا تصور بھی اذیت جانتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے تمام فروق مٹا کر ایک معیار قائم کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور یقیناً تمھارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقویٰ (پرہیزگاری) کے۔ (مسند احمد ۵/۴۱۱ وسندہ صحیح)

قارئین کرام! اُمت مسلمہ کی موجودہ صورت حال کچھ اس نوع سے ترتیب پا رہی ہے کہ عربی، عجمی، سندھی، بلوچی، پنجابی، بروہی اور پٹھان غرضیکہ ہر ایک نے انھیں (Partition) کو بنیاد بنا کر محاذ کھڑے کر لئے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو یکسر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اس بنا پر امت مسلمہ کمزور ہو رہی ہے اور کفار نہ صرف اس سے بھرپور فائدہ حاصل کر رہا ہے بلکہ بطور تماش بین تماشا بھی دیکھ رہا ہے۔

قارئین ہمارا معاشرہ ہمارا گھر ہے جو چار سو آگ کی لپیٹ میں ہے اور ہم نے اسے جلنے سے بچانا ہے۔ (ان شاء اللہ)

آخر میں دردِ دل سے التجا ہے کہ خدارا اپنے آپ کو عصبیت کے حصار سے نکالئے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں رسوائی کا سبب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو عصبیت کے لئے غصہ کرتا ہے اور عصبیت کے لئے لڑتا ہے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔ (صحیح مسلم:۱۸۴۸)

وما علینا إلا البلاغ

فقہ الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

قبر میں عذاب وثواب حق ہے

أضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح

١٣٤) وعن أبي سعيد قال قال رسول اللّٰه ﷺ :((لَيُسَلَّطُ علی الکافر في قبره تسعة و تسعون تنيناً، تنهسه و تلدغه حتی تقوم الساعة لو أن تنيناً منها نفخ فی الأرض ما أنبتت خضرًا .))رواه الدارمي و روی الترمذي نحوه وقال :((سبعون)) بدل ((تسعة و تسعون)) .

(سیدنا) ابوسعید (الخدری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مقرر کئے جاتے ہیں جو اسے قیامت تک نوچتے ڈستے رہیں گے، اگر ان سانپوں میں سے کوئی (اس) زمین پر پھونک مار دے تو کسی قسم کا سبزہ کبھی نہ اُگے۔ اسے دارمی (۱/۳۳۱ ح ۲۸۱۸) نے روایت کیا ہے اور ترمذی (۲۴۶۰ وقال: غریب) نے بھی اسی طرح کی روایت بیان کی ہے جس میں ننانوے کے بجائے ستر کا ذکر ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی دونوں سندیں ضعیف ہیں۔

دارمی والی سند میں دراج راوی ہیں جو صدوق حسن الحدیث ہیں لیکن ابوالہیثم سے ان کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۸۲۴، وسنن الترمذی: ۲۰۳۳ بتحقیقی)

اور یہ روایت دراج نے ابوالہیثم سے بیان کر رکھی ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

ترمذی والی سند میں عبید اللہ بن الولید اور عطیہ العوفی دونوں ضعیف ہیں لہٰذا یہ روایت بھی مردود ہے۔ ترمذی والی روایت کے بعض شواہد کے لئے دیکھئے سنن الترمذی (۲۳۷۰)

خلاصہ یہ کہ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

الفصل الثالث

١٣٥) عن جابر قال :خرجنا مع رسول اللّٰه ﷺ إلى سعد بن معاذٍ حين توفي فلما صلّى عليه رسول اللّٰه ﷺ وَوُضع في قبره و سُوي عليه سبَّح رسول اللّٰه ﷺ فسبحنا طويلاً ثم كبر فكبرنا فقيل :يا رسول اللّٰه !لم سبحت ثم كبّرت ؟ قال :((لقد تضايق على هذا العبد الصالح قبره حتى فرجه اللّٰه عنه .)) رواه أحمد .

(سیدنا) جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب (سیدنا) سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) فوت ہوئے تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے پاس گئے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور انھیں (سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو) قبر میں رکھا گیا اور قبر برابر کر دی گئی تو کافی دیر تک رسول اللہ ﷺ تسبیحات (سبحان اللہ) پڑھتے رہے پھر آپ نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی۔ پھر پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپ نے تسبیحات کیوں پڑھیں پھر تکبیر کیوں کہی؟

آپ نے فرمایا: اس نیک بندے پر (قبر میں) تنگی کی گئی پھر اسے اللہ نے اُن سے دور کر دیا۔ اسے احمد (۳/۳۶۰ ح ۱۴۹۳۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کا راوی محمود بن عبدالرحمٰن بن عمرو مجہول ہے۔ مجہول وہ راوی ہوتا ہے جس کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ مجہول کی دو قسمیں ہیں:

① وہ راوی جس کا شاگرد صرف ایک ہو اور معتبر ذریعے سے اس کا ثقہ ہونا معلوم نہ ہو۔ اسے مجہول العین بھی کہتے ہیں۔

② وہ راوی جس کے شاگرد ایک سے زیادہ ہوں اور معتبر ذریعے سے اس کا ثقہ ہونا معلوم نہ ہو۔ اسے مجہول الحال اور مستور بھی کہتے ہیں۔

قولِ راجح میں راوی مجہول العین ہو یا مجہول الحال (مستور) اس کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۱۳٦) وعن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ :((ھذا الذي تحرك له العرش و فتحت له أبواب السماء و شھده سبعون ألفًا من الملائكة لقد ضُمَّ ضمةً ثم فُرج عنه .)) رواه النسائي .

(سیدنا عبداللہ) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) جس کے لئے (رحمٰن کا) عرش ہل گیا تھا، آسمان کے دروازے کھل گئے تھے اور ستر ہزار فرشتوں نے اس کے (جنازے کے) لئے حاضری دی، اسے (قبر میں) جھٹکا دیا گیا پھر اسے موقوف کر کے ہٹا دیا گیا۔ اسے نسائی (۴/۱۰۰، ۱۰۱ ح ۲۰۵۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

سنن نسائی کے علاوہ یہ روایت دلائل النبوۃ للبیہقی (۴/۲۸) میں بھی مذکور ہے۔

فقہ الحدیث:

① ہر مرنے والے کے لئے قبر کا جھٹکا برحق ہے۔

② حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ ''**ھذہ الضمة لیست من عذاب القبر في شئ بل ھو أمر یجدہ المؤمن کما یجد ألم فقد ولدہ و حمیمه في الدنیا و کما یجد ألم مرضه و ألم خروج روحه ...**'' یہ جھٹکا عذابِ قبر میں سے نہیں بلکہ یہ ایسے ہی ہے جس طرح مومن کو اپنی اولاد یا محبوب چیز کے گم ہونے کا دکھ ہوتا ہے اور جس طرح بیماری کی تکلیف اور روح نکلنے کا درد ہوتا ہے.... (سیر اعلام النبلاء ۱/۲۹۰)

پھر حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ہم جانتے ہیں کہ سعد (رضی اللہ عنہ) جنتی ہیں اور آپ عالی شان شہداء میں سے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۹۰)

③ اللہ تعالیٰ کا عرش سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر پیار و محبت سے متحرک ہو کر ہل

گیا تھا۔ سبحان اللہ

④ آسمان کے کئی دروازے ہیں جنھیں اللہ ہی جانتا ہے۔

⑤ ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ پیشاب کے قطروں سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتے تھے۔ (دیکھئے دلائل النبوۃ للبیہقی ۳۰/۴ وسندہ ضعیف)

یہ روایت مجہول راوی اور منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔ اس سلسلے کی دوسری ضعیف اور مردود روایتوں کے لئے دیکھئے مرعاۃ المفاتیح (ج ا ص ۲۳۲)

۱۳۷) وعن أسماء بنت أبي بكر قالت :قام رسول اللّٰه ﷺ خطيبًا فذكر فتنة القبر التي يفتن فيها المرءُ فلما ذكر ذلك ضج المسلمون ضجةً . رواه البخاري هكذا و زاد النسائي :حالت بيني و بين أن أفهم كلام رسول اللّٰه ﷺ فلما سكنت ضَجَّتُهم قلت لرجلٍ قريب مني :أي بارك اللّٰه فيك !ماذا قال رسول اللّٰه ﷺ في آخر قوله ؟ قال :((قد أوحي إلي أنكم تفتنون فى القبور قريبًا من فتنة الدجال .))

(سیدہ) اسماء بنت ابی بکر (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے قبر کے اس فتنے (آزمائش) کا ذکر کیا جس میں آدمی مبتلا ہوتا ہے۔ جب آپ نے یہ بیان کیا تو مسلمان رونے لگے۔

بخاری (۱۳۷۳) نے اسی طرح بیان کیا ہے اور نسائی (۱۰۳/۴، ۱۰۴ ح ۲۰۶۴ وسندہ صحیح) نے یہ اضافہ کیا ہے: میں رسول اللہ ﷺ کا (بعض) کلام سمجھ نہ سکی، پھر جب لوگوں کا رونا ختم ہوا تو میں نے اپنے قریب والے آدمی سے پوچھا: اللہ تجھ پر برکتیں نازل فرمائے، رسول اللہ ﷺ نے آخر میں کیا فرمایا ہے؟ اس نے کہا: (آپ نے فرمایا:) مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ دجال کے فتنے جتنا تمھیں قبروں میں آزمایا جائے گا۔ [یہ حدیث صحیح ہے]

فقہ الحدیث:

① قبر کا فتنہ مثلاً قبر کا میت کو بھینچنا اور جھٹکا دینا برحق ہے۔

② کفار و منافقین کے لئے عذابِ قبر برحق ہے۔اسی طرح بعض گناہ گار مسلمانوں کو بھی قبر میں عذاب دیا جائے گا اِلا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور رحمت سے کسی کو معاف فرما کر عذابِ قبر سے بچا لے۔

③ صحابۂ کرام چونکہ سب کے سب عادل (کلھم عدول) ہیں لہٰذا اگر کسی صحیح و حسن حدیث کے راوی صحابی کا نام معلوم نہ ہو تو یہ مضر نہیں ہے چاہے صحابی سے تابعی کی روایت عن سے ہو یا (بشرطیکہ وہ مدلس نہ ہو اور سماع بھی ثابت ہو) تابعی نے سماع کی تصریح کر رکھی ہو۔

④ راوی سے روایت لینا تقلید نہیں ہے۔

⑤ جمعہ و عیدین کے علاوہ عام خطبات بھی کھڑے ہو کر دینا بہتر ہے جیسا کہ احادیث کے عموم سے ظاہر ہے اور بیٹھ کر خطبہ دینا بھی جائز ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داود: ۴۷۵۳ وھو حدیث صحیح)

۱۳۸) وعن جابر عن النبي ﷺ قال :((إذا أدخل الميت القبر مُثلت له الشمس عند غروبها فيجلس يمسح عينيه ويقول :دعوني أُصلي)) رواه ابن ماجه .

(سیدنا) جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب میت کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اسے غروب ہونے والے سورج کی تمثیل دکھائی جاتی ہے۔ پھر وہ آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: مجھے چھوڑو، میں نماز پڑھ لوں۔

اسے ابن ماجہ (۴۲۷۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ابن ماجہ وغیرہ کی اس روایت کی سند میں سلیمان بن مہران الاعمش مشہور ثقہ مدلس ہیں۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے انھیں مدلسین کے طبقۂ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔

(طبقات المدلسین مع الفتح المبین ۲/۵۵ ص ۴۲، ۴۳)

لیکن دوسری طرف حافظ ابن حجر نے بذاتِ خود اعمش کو طبقۂ ثالثہ میں ذکر کر کے کثیر التدلیس قرار دیا ہے۔ دیکھئے النکت علیٰ ابن الصلاح (۶۴۰/۲)

ایک روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اور میرے نزدیک ابن القطان (الفاسی) کی صحیح کردہ روایت معلول (ضعیف) ہے کیونکہ راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں ہوتا، چونکہ اعمش مدلس ہیں اور انھوں نے عطاء سے (اس روایت میں) اپنا سماع ذکر نہیں کیا۔ (التلخیص الحبیر ۱۹/۳ ح ۱۱۸۱، الفتح المبین ص ۴۳)

حافظ ابن حبان فرماتے ہیں: **''وأما المدلسون الذین ھم ثقات وعدول فإنا لا نحتج بأخبارھم إلا ما بینوا السماع فیما رووا مثل الثوري والأعمش وأبي إسحاق وأضرابھم من الأئمة المتقین (المتقنین) وأھل الورع فی الدین''**

رہے وہ مدلسین جو ثقہ و عادل ہیں تو ہم (محدثین کرام) ان کی روایات سے حجت نہیں پکڑتے اِلا یہ کہ وہ اپنی روایتوں میں سماع کی تصریح کریں جیسے (سفیان) ثوری، (سلیمان) الاعمش اور ابواسحاق (السبیعی) اور ان جیسے دوسرے متقی (متقن ثقہ) اور نیک دیندار امام.... (صحیح ابن حبان، الاحسان ج۱ ص۱۶۱)

ابن حبان کے اس قول سے معلوم ہوا کہ سفیان ثوری، اعمش اور ابواسحاق السبیعی تینوں مدلسین کے طبقۂ ثالثہ میں سے ہیں اور ان کی عن والی روایت بغیر تصریحِ سماع کے حجت نہیں ہے۔

حافظ ابن حبان سے پہلے امام شعبہ بن الحجاج البصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ) فرماتے ہیں:

''کفیتکم تدلیس ثلاثة :الأعمش و أبي إسحاق و قتادة''

تین آدمیوں کی تدلیس کے لئے میں کافی ہوں: اعمش، ابواسحاق اور قتادہ۔

(جزء مسألۃ التسمیہ لمحمد بن طاہر المقدسی ص ۴۷ وسندہ صحیح)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: اول یہ کہ اعمش، ابواسحاق اور قتادہ سے شعبہ کی روایت سماع پر محمول ہے۔ دوم ان تینوں کی معنعن روایت حجت نہیں ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: ''**والأعمش مدلس لا یحتج بعنعنته إلا إذا صح سماعه ...**''
اور اعمش مدلس ہیں، ان کی عن والی روایت حجت نہیں ہے اِلا یہ کہ وہ تصریحِ سماع کریں۔
(شرح صحیح مسلم، درسی نسخہ ج ا ص ۷۲ تحت ح ۱۰۹)

معلوم ہوا کہ نووی کے نزدیک بھی اعمش طبقۂ ثالثہ میں سے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے الفتح المبین (ص ۴۳)

جدید دور کے بعض محققین کا تحقیق میں عجیب طرزِ عمل ہے۔ ابوالزبیر، حسن بصری اور بعض مدلسین کی معنعن روایات کو یہ لوگ ضعیف کہتے ہیں چاہے بعض روایات صحیحین میں سے ہی کیوں نہ ہوں! اور سفیان ثوری، سلیمان الاعمش اور قتادہ وغیرہ مدلسین کی روایات کو علانیہ صحیح قرار دیتے ہیں۔ اس دوغلی پالیسی کی اصل بنیاد کیا ہے؟ یہ ہمیں معلوم نہیں تاہم ان محققین کا یہ طرزِ عمل باطل ہے۔

یاد رہے کہ طبقات المدلسین کے طبقات کی تقسیم جدید وقدیم محققین میں سے کسی کو بھی مِن وعَن قابلِ قبول نہیں ہے چاہے یہ محققین اہلِ حدیث میں سے ہوں یا غیر اہلِ حدیث میں سے۔

تدلیس کے سلسلے میں اس تفصیل کے بعد عرض ہے کہ مذکورہ بالا روایت کا ایک حسن لذاتہ شاہد صحیح ابن حبان میں موجود ہے جس میں آیا ہے کہ ''**إن المیت إذا وضع فی قبره ... فیجلس قد مثّلت له الشمس و قد آذنت للغروب ... فیقول :دعوني حتی أصلي .**'' (الاحسان: ۳۱۰۳ دوسرا نسخہ: ۳۱۱۳، الموارد: ۷۸۱ وسندہ حسن)

اس شاہد کے ساتھ روایتِ مذکورہ حسن ہے لیکن ''**یمسح عینیه**'' پھر وہ آنکھیں ملتا ہوا (اٹھ بیٹھتا ہے) کا کوئی صحیح شاہد نہیں ہے لہٰذا یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

۱۳۹) وعن أبي هریرة عن النبي ﷺ قال :((إن المیت یصیر إلی القبر فیجلس الرجل في قبره من غیر فزع ولا مشغوب ثم یقال : فیم کنت؟ فیقول :کنت فی الإسلام . فیقال :ما هذا الرجل ؟ فیقول :

محمد رسول اللّٰہ جاء نا بالبينات من عند اللّٰہ فصدقناه، فيقال له : هل رأيت اللّٰہ ؟ فيقول :ما ينبغي لأحد أن يرى اللّٰہ فيفرج له فرجة قبل النار فينظر إليها يحطم بعضها بعضًا، فيقال له :انظر إلى ما وقاك اللّٰہ ثم يفرج له فرجة قبل الجنة فينظر إلى زهرتها و ما فيها فيقال له: هذا مقعدك على اليقين كنت و عليه مت و عليه تبعث إن شاء اللّٰہ تعالٰى . و يجلس الرجل السوء في قبره فزعًا مشغوبًا فيقال :فيم كنت ؟ فيقول :لا أدري !فيقال له :ما هذا الرجل؟ فيقول: سمعت الناس يقولون قولاً فقلته، فيفرج له قبل الجنة فينظر إلى زهرتها و ما فيها فيقال له :انظر إلى ما صرف اللّٰہ عنك، ثم يفرج له فرجة إلى النار فينظر إليها يحطم بعضها بعضًا فيقال له :هذا مقعدك على الشك كنت وعليه مت و عليه تبعث إن شاء اللّٰہ تعالٰى .))

رواه ابن ماجه .

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یقیناً جب میت کو قبر کی طرف لے جایا جاتا ہے تو (ایمان دار) آدمی اپنی قبر میں بغیر خوف اور ڈر کے اُٹھ بیٹھتا ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تو کس حالت میں تھا؟ تو وہ جواب دیتا ہے: میں اسلام میں (یعنی مسلمان) تھا۔ پھر پوچھا جاتا ہے: یہ آدمی کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: محمد رسول اللہ (ﷺ) ہمارے پاس اللہ کی طرف سے واضح نشانیاں لے کر آئے تو ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ اسے کہا جاتا ہے: کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: اللہ کو (دنیا میں) کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا، پھر اس کی قبر میں جہنم کی طرف سے ایک کھڑکی کھل جاتی ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ آگ ایک دوسرے کو جلا رہی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: دیکھ! تجھے اللہ نے اس سے بچا لیا ہے۔

پھر اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو وہ جنت کی

تر وتازگیاں اور نعمتیں دیکھتا ہے۔ اسے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے، تُو یقین پر تھا، اسی پر تیرا خاتمہ ہوا اور ان شاء اللہ اسی پر تجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔
اور بُرا آدمی اپنی قبر میں خوف اور ڈر کا مارا اُٹھ بیٹھتا ہے تو (اس سے) پوچھا جاتا ہے: تُو کس حالت میں تھا؟ وہ کہتا ہے: مجھے پتا نہیں ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: یہ آدمی کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے وہی بات کہہ دی۔ پھر اس کے سامنے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو وہ جنت کی تر وتازگیاں اور نعمتیں دیکھتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: دیکھ! اللہ نے تجھے اس سے ہٹا دیا ہے۔ پھر اس کے لئے جہنم کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے تو دیکھتا ہے کہ آگ ایک دوسرے کو جلا رہی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے، تو شک پر زندہ تھا، اسی پر مرا اور ان شاء اللہ تجھے اسی پر دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

اسے ابن ماجہ (۴۲۶۸، ۴۲۶۲) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اسے محدّث بوصیری نے بھی صحیح کہا ہے۔

فقہ الحدیث:

① قبر میں برزخی اعادۂ روح برحق ہے۔
② دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو حالتِ بیداری میں نہیں دیکھ سکتا۔
③ تقلید جائز نہیں ہے۔
④ خبیث روح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔
⑤ عذابِ قبر برحق ہے اس کے لئے جو عذاب کا مستحق ہے اور اہلِ ایمان کے لئے اللہ کے فضل وکرم سے ثوابِ قبر (قبر کی نعمتیں) برحق ہے۔
⑥ اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔ کما یلیق بجلالہ وشانہ.
⑦ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ واضح نشانیاں لے کر آئے ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

سوال و جواب / تخریج الأحادیث

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں

سوال: راقم الحروف کو صحیح بخاری و صحیح مسلم کی ایک حدیث کی وضاحت درکار ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ اس کی وضاحت ماہنامہ ''الحدیث'' میں شائع فرمادیں۔ جزاکم اللہ خیراً.

سیدۃ النساء کون: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت شروع ہوئی تو ایک دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے آئیں۔ آپ نے مرحبا کہہ کر ان کا استقبال کیا اور ان کو برابر بٹھا لیا اور ان سے سرگوشی میں کچھ کہا جس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ دوبارہ سرگوشی فرمائی تو سیدہ فاطمہ ہنسنے لگیں۔ میں (سیدہ عائشہ) نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا کہ کیا راز و نیاز کی باتیں ہوئیں؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشا نہیں کرسکتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گفتگو کی تھی وہ بیان کرو۔ انھوں نے کہا: اب کوئی حرج نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار فرمایا تھا کہ ''میری موت قریب آگئی ہے۔'' اس پر میں رونے لگی۔ دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی فرمائی ''کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم مومنین کی عورتوں کی سردار ہو یا امت کی عورتوں کی سردار ہو؟ (صحیح مسلم: ۲۴۵۰) اور صحیح بخاری (۶۲۸۵، ۶۲۸۶) میں آخری الفاظ یہ ہیں: ''کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو یا مومنین کی عورتوں کی؟'' یہاں چند امور غور طلب ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطابات فرمائے اس میں خود راویوں کا اختلاف ہے۔

۲۔ ایک بیٹی جس کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ عنقریب اس کے والد کا انتقال ہونے والا ہے اور وہ اس بات پر رو رہی ہے کیا محض خطاب دینے سے وہ خوش ہوجائے گی؟

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات قریب ہونے کی اطلاع مختلف مواقع پر ظاہر کردی تھی یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جو مخفی ہو۔

۴۔ کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا و دیگر ازواج مطہرات کی بھی سردار ہوں گی؟

۵۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد صحابہ کے مناقب بیان فرمائے اور فضیلت کا اظہار بھی فرمایا تو کسی موقع پر بھی اخفاء سے کام نہیں لیا۔ یہ ایسی خاص بات نہ تھی جو وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک ظاہر نہیں کی جاسکتی تھی۔

۶۔ فراس (راوی) کی روایت میں صراحت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کے بارے میں پوچھا حالانکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی ایسی حالت نہیں رہی تھی کہ کھڑے ہو سکیں۔

۷۔ رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔سیدہ زینب اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی خاطر مصائب برداشت کئے۔ان سب کو چھوڑ کر صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدۃ النساء کہنا محلِ نظر ہے۔

حقیقی سیدۃ النساء کون؟ اب قرآن کی رو سے حقیقی سیدۃ النساء کون ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد بار ازواج مطہرات کو ''یا نساء النبی'' کہہ کر خطاب کیا ہے پورے قرآن میں کسی مقام پر بھی ''یابنات النبی'' کہہ کر صاحبزادیوں کو مخاطب نہیں کیا گیا اور نہ کسی جگہ ان کی فضیلت کا ذکر کیا گیا۔ یہ امر خود اس بات کی دلیل ہے کہ امت کی خواتین میں ذکر کے قابل صرف ازواج مطہرات تھیں۔ اگر کوئی اور خاتون اس مقام پر پہنچتی تو اس کا بھی ذکر کیا جاتا۔حالانکہ سابقہ امتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ امرأۃ فرعون کا ذکر کیا۔ازواج مطہرات کی فضیلت کی صرف یہی دلیل کافی ہے اور از روئے قرآن ازواج مطہرات کا جنتی ہونا یقینی ہے۔(سورۂ احزاب)

۲۔ جس طرح رسول اکرم ﷺ کو امت کے مقابلے میں ہر عمل کا دوہرا اجر ملتا ہے، اسی طرح ازواج مطہرات کے ساتھ اسی اصول کو بیان کرنے سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات تمام امت کی رہنما ہیں اور ان کی اقتدا امت پر لازم ہے۔اس سے ظاہر ہوا کہ کوئی امتی خواہ کتنا ہی بلند مقام حاصل کر لے ازواجِ مطہرات کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ جو عمل سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اجمعین انجام دیں تو انھیں اکہرا (ایک) اجر ملتا ہے اور وہی عمل اگر سیدہ عائشہ یا ام حبیبہ رضی اللہ عنہا انجام دیں تو انھیں دوہرا اجر ملتا ہے۔اس سے ظاہر ہوا کہ کوئی امتی ازواج مطہرات کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو بشرطیکہ تقویٰ اختیار کرو۔''
(الاحزاب:۳۲)

اب اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سابقہ امتوں میں سے مریم بنت عمران، آسیہ امرأۃ فرعون یا اس امت میں سیدہ فاطمہ کو امہات المؤمنین میں سے کسی پر فضیلت حاصل ہے تو یہ یقیناً قرآن کا انکار ہے۔دنیا کی کسی عورت کو امہات المؤمنین کے برابر قرار دینا ہی گناہِ عظیم ہے کجا کہ ان پر فوقیت دینا۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''مردوں میں تو بہت کامل گزرے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ امرأۃ فرعون کے علاوہ کوئی کامل نہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے ثرید کو کھانوں پر''

اس حدیث میں اس بات کی نفی فرمائی گئی ہے کہ خواتین میں ان دو خواتین کے علاوہ کوئی کامل نہیں ہوئیں۔ اس فرمان سے تمام خواتین خارج ہو گئیں لیکن رسول اکرم ﷺ کا سیدہ عائشہ کو مستثنیٰ قرار دینا اور انھیں دنیا کی ساری عورتوں پر فضیلت دینا، اس امر کا ثبوت ہے کہ اصل مقام فضیلت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے اور یہ مقام کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتا۔

۵۔ قرآنِ مجید میں رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات سے شادی کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ ایسی کوئی ممانعت رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں کے نکاح سے متعلق نہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا اپنی صاحبزادیوں کا دوسروں سے نکاح کرنا اور اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو منع کرنا کہ آپ کی ازواج سے نکاح نہ کیا جائے، اس امر کا ثبوت ہے کہ ازواجِ مطہرات صاحبزادیوں کے مقابلے میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔

۶۔ ازواجِ مطہرات کی ایک اور فضیلت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''نبی تو مومنین کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہیں اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔'' (الاحزاب:۶)

لہٰذا تمام امت پر بشمول سیدنا علی وسیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما امہات المؤمنین کی اطاعت فرض ہوئی۔

۷۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سب سے بڑا مقام یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت میں سورۃ النور کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔

۸۔ طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیگر امہات المؤمنین کی وکیل سیدہ فاطمہ کو فرمایا: کیا تو اس (سیدہ عائشہ) سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ سیدہ فاطمہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس (سیدہ عائشہ) سے محبت کر۔ یہاں پر سیدہ عائشہ کی فضیلت اظہر من الشمس ہے۔

[محمد عمران الحمدی/ لاہوری]

الجواب: سب سے پہلے یہ عرض ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ''**سیدة نساء أهل الجنة**'' والی حدیث بالکل صحیح ہے۔ اسے امام بخاری ومسلم کے علاوہ امام احمد بن حنبل (۶/ ۲۸۲) ابن ماجہ (۱۶۲۱) نسائی (فضائل الصحابہ: ۲۶۳، السنن الکبریٰ: ۸۰۷۴، ۸۳۶۸) ابوداود الطیالسی (۱۳۷۳) ابن سعد (الطبقات ۲/ ۲۴۷۔ ۲۴۸) ابویعلیٰ الموصلی (۶۷۴۴، ۶۷۴۵) طحاوی (شرح مشکل الآثار: ۵۹۴۵، تحفۃ الاخیار ۹/ ۹۸، ۹۹) طبرانی (الکبیر ۲۲/ ۴۱۹ ح ۱۰۳۲، ۱۰۳۳) اور بیہقی (دلائل النبوۃ ۶/ ۳۶۴، ۷/ ۱۶۴۔ ۱۶۵) وغیرہم نے ''**فراس عن الشعبي عن مسروق عن عائشة**'' رضی اللہ عنہا کی سند سے بیان کیا ہے۔

نیز دیکھئے الموسوعۃ الحدیثیۃ (ج ۲۴ ص ۱۰،۱۱)
فراس بن یحییٰ الہمدانی کو جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اسماء الرجال کے جلیل القدر امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بھی فراس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۷۱۰)
امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فراس کو ثقہ کہا۔ (مسائل ابن ہانی ۲/۲۱۳، ۲۱۴)
جمہور کی توثیق کے بعد بعض الناس کی جرح مردود ہے۔
عامر الشعبی ثقہ مشہور فقیہ فاضل تھے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۳۰۹۲)
مسروق بن الاجدع الہمدانی رحمہ اللہ: ثقہ فقیہ عابد تھے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۶۶۰۱)
معلوم ہوا کہ یہ سند بالکل صحیح ہے۔
اس مفہوم کی روایت مسروق کے علاوہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کر رکھی ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱۲/۱۲۶ ح ۳۲۲۶۰ وسندہ حسن) فضائل الصحابۃ للنسائی (۲۶۱ والسنن الکبریٰ لہ: ۸۳۶۶) صحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۹۱۳ دوسرا نسخہ: ۶۹۵۲)
ابو سلمہ ثقہ مکثر (کثرت سے حدیثیں بیان کرنے والے) ہیں۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۸۱۴۲) اور ان تک سند حسن لذاتہ ہے۔ محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی جمہور کے نزدیک موثق ہیں لہٰذا حسن الحدیث ہیں۔ ''سیدة نساء أهل الجنة'' کے مفہوم والی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ درج ذیل صحابہ سے بھی مروی ہے:

۱۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ (النسائی فی الکبریٰ: ۸۳۶۵ وسندہ حسن، المستدرک للحاکم ۳/۱۵۲ وصححہ ووافقہ الذہبی)
۲۔ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ (المستدرک للحاکم ۳/۱۵۴ ح ۴۷۳۳ وسندہ حسن وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)
۳۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (احمد ۱/۲۹۳ ح ۲۶۶۸ وسندہ صحیح، ۱/۳۱۶، ۳۲۲، مسند عبد بن حمید: ۵۹۷، النسائی فی الکبریٰ: ۸۳۶۴، الطحاوی فی مشکل الآثار، تحفۃ الاخیار ۹/۱۰۱ ح ۶۴۰۵، ابو یعلیٰ: ۲۷۲۲، المستدرک ۳/۱۶۰ ح ۴۷۵۴ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)
۴۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ (الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۲۹۶۱ وسندہ حسن، والطبرانی فی تفسیرہ ۳/۲۶۳، الکامل لابن عدی ۴/۱۵۳۳، الکبیر للطبرانی ۲۲/۴۰۲ ح ۱۰۰۴)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔ اس کے شواہد کے لئے دیکھئے مسند احمد (۱۳۵/۳) سنن الترمذی (۳۸۷۸ وقال: ''صحیح'' وھو صحیح بالشواہد) مصنف عبدالرزاق (۲۰۹۱۹) وصحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۹۱۲/۶۹۵۱، ۶۹۶۴/۷۰۰۳) المستدرک للحاکم (۱۵۷/۳ ح ۴۷۴۵) " من حديث قتادة عن أنس رضي الله عنه " فضائل الصحابہ لاحمد (۱۳۳۸،۱۳۳۲) والمستدرک (۱۵۸،۱۵۷/۳) ''من حديث الزهري عن أنس رضي الله عنه''

۵: ام سلمہ رضی اللہ عنہا (سنن الترمذی: ۳۸۷۳ وقال: ''حسن غریب'' وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ یہ روایت یقینی وقطعی طور پر صحیح ہے۔ والحمدللہ

اس تمہید کے بعد غور طلب امور کی وضاحتیں درج ذیل ہیں:

(۱) راویوں کا بعض اختلاف قطعاً مضر نہیں ہے کیونکہ مفہوم ایک ہے۔

(۲) جی ہاں! اسے سو فیصد یقین ہے کہ اس کا ابا سچا رسول ہے جس کی ہر بات برحق ہے۔ اپنے ابا سے ملاقات پر ہر مومن کو خوشی ہوتی ہے اور ہر مومن کا مطلوب ومقصود اخروی کامیابی ہی ہے۔

(۳) وفات کی قریب الوقوع ہونے کی خبر تو آپ نے بیان فرما دی تھی۔ اس حدیث میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور ''سيدة نساء أهل الجنة'' کی خبر بھی بیان فرما دی جو مخفی نہ رہی بلکہ حدیث کی کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ مدوّن ہو کر ہمیشہ کے لئے حجتِ قاطعہ بن گئی۔

(۴) اس حدیث میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ عام میں سے تخصیص ہو سکتی ہے لہٰذا مفہوم یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عام عورتوں کی (باستثنائے اپنی والدہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وامہات المؤمنین) سردار ہوں گی۔ واللہ اعلم

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے جب آپ نے مناسب سمجھا بیان فرما دیا۔ آپ نے ساری باتیں ایک دفعہ ہی تو بیان نہیں فرمائیں بلکہ مختلف مواقع ومختلف مجالس میں علم وحکمت کے موتی بہا دیئے۔ فداه أبي و أمي

(٦) یہ کہنا کہ ''مرض وفات میں رسول اکرم ﷺ کی ایسی حالت نہیں رہی تھی کہ کھڑے ہوسکیں'' بلا دلیل ہے۔ اسی بیماری کی حالت میں آپ کا مسجد نبوی میں نماز کے لئے چل کر جانا اور بیٹھ کر نماز پڑھانا ثابت ہے لہٰذا فراس راوی کی روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

(٧) بعض صحابہ کی فضیلتوں کا دوسرے صحابہ کی فضیلتوں سے مقابلہ کرنا عقل مندی نہیں ہے۔ یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ انبیاء ورسل میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے لہٰذا اگر بیٹیوں میں سے ایک کو دوسری بیٹیوں پر کچھ فضیلت ثابت ہوگئی تو اعتراض کی کیا بات ہے؟ اب ''حقیقی سیدۃ النساء کون؟'' کے سلسلے میں غور طلب امور پر تبصرہ درج ذیل ہے:

(١) قرآن میں ''یا نساء النبی'' کے خطاب اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے جنتی ہونے کا یہ مطلب کہاں سے آ گیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار نہیں ہیں؟

(٢) ازواجِ مطہرات کو دوہرا اجر ملنے کا یہ مفہوم کس طرح بن گیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار نہیں ہیں؟ کچھ تو غور کریں!

یاد رہے کہ یہ کہنا ''جو عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما انجام دیں تو انھیں ایک اجر ملتا ہے'' بالکل بلا دلیل اور بے ثبوت ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(٣) نبی ﷺ کی بیویوں (رضی اللہ عنہن) کی فضیلت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار نہیں ہیں۔ کیا جنت میں دنیا والی سرداری ہوگی؟ کیا کوئی بدنصیب یہ کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنتی عورتوں کی سردار کہہ کر قرآن کا انکار کر دیا تھا؟ خاص دلیل کے مقابلے میں عمومات سے استدلال کر کے خود مسئلے گھڑنا ان لوگوں کا کام ہے جو دراصل قرآن وحدیث پر ایمان نہیں رکھتے۔

(٤) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت نہیں ہے۔ خاص کے مقابلے میں عام دلیل پیش کرنا غلط ہوتا ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ، اہلِ بیت اور ازواجِ مطہرات کو بے شمار فضیلتیں حاصل ہیں اور سب جنت میں راضی خوشی رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی۔

یہ کہنا ''اصل مقام فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے اور یہ مقام کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتا'' بے دلیل ہے۔کیا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا؟ بے دلیل باتیں لکھنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے لہٰذا بات گول نہیں کی گئی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے ساتھ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، سیدہ آسیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کا ذکر بھی صحیح حدیث میں آیا ہے۔دیکھئے مسند احمد (۱/۲۹۳ ح ۲۶۶۸ وسندہ صحیح)

(۵) نکاح کی ممانعت سے یہ مطلب کدھر سے آ نکلا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار نہیں ہیں؟ سبحان اللہ!

(۶) کسی مومن کے نزدیک ازواجِ مطہرات کی فضیلتوں کا انکار نہیں بلکہ ہر صحیح وثابت فضیلت واجب التسلیم ہے۔سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور تمام مومنین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مائیں ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار نہیں ہیں۔اہلِ ایمان کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ صحیح احادیث پر ایمان لاتے ہیں اور سیدۃ نساء اہل الجنۃ والی حدیث بالکل صحیح، یقینی اور قطعی ہے لہٰذا اس پر ایمان لانا فرض ہے۔منکرینِ حدیث کے راستوں پر وہی لوگ گامزن ہیں جو قرآن وحدیث پر ایمان نہیں لاتے۔

(۷) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ فضیلت بالکل صحیح وثابت ہے۔

(۸) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت والی حدیث بھی صحیح وثابت ہے اور اسی طرح یہ حدیث بھی صحیح وثابت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔**وما علینا إلا البلاغ**

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۳۱ ص ۵۲، ۵۴ (۲۶ ستمبر ۲۰۰۷ء)

جنتی نوجوانوں کے سردار

سوال: راقم الحروف کو ایک حدیث کے بارے میں چند اشکالات ہیں۔آپ سے گزارش ہے کہ ان کے ترتیب وار جوابات اپنے ماہنامہ ''الحدیث'' میں دیں۔

ترمذی کی روایت میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حسن وحسین

(رضی اللہ عنہما) جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہوں گے۔'' اس حدیث میں چند اشکالات ہیں:

۱۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کیا اس وقت حسن و حسین رضی اللہ عنہما نوجوان تھے؟

۲۔ ہمارے علماء کے بموجب جنت میں سب ہی نوجوان ہوں گے۔ ان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ ، چچا جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی ہوں گے۔ کیا یہ دونوں بچے ان کے بھی سردار ہوں گے؟

۳۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی سب نوجوان ہوں گے۔ اس روایت کی رو سے کیا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما انبیاء کے بھی سردار ہوں گے؟

۴۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ ہمیشہ ایک گروہ کا صرف ایک ہی سردار ہوتا ہے۔ یہ بات کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں سردار ہوں گے محلِ نظر ہے۔

۵۔ اسلام میں چونکہ شخصیت پرستی نہیں ہے اور اللہ کے نزدیک اکرام کی بنیاد تقویٰ پر ہے اور کسی شخصیت کا اعتراف اس کی خدمات کے پیشِ نظر ہوتا ہے اسی لئے اگر کسی کو جنت کا سردار بنانا ہی تھا تو ان کو سردار بنانا چاہئے تھا جنھوں نے جنگ بدر میں حصہ لے کر ابوجہل کو قتل کیا تھا اور اس طرح تاریخ عالم کا دھارا بدل دیا تھا۔

۶۔ امام ترمذی کی ایک اور روایت ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ سامنے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں جنت میں تمام اولین و آخرین میں جتنے بوڑھے ہوں گے سب کے سردار ہوں گے بجز انبیاء و رسل کے۔ اے علی! ان دونوں کو مطلع نہ کرنا۔ یہ بھی خوب ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ذات کا مسئلہ آیا تو انبیاء و رسل خارج کر دیئے گئے اور جب حسنین کا معاملہ آیا تو بات گول کر دی گئی۔ پھر ہر دو روایات سے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ خود حضرت علی جوانوں کی صف داخل ہوں گے یا بوڑھوں کی۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قیادت قبول کریں گے یا اپنے صاحب زادگان کی؟'' ان دونوں کو مطلع نہ کرنا'' والی بات بھی بڑی دلچسپ ہے۔ یہ راز پھر دنیا میں کیسے ظاہر ہو گیا؟ [محمد عمران الحمدی/ لاہوری]

الجواب: روایت مذکورہ ''حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں'' بالکل صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۶ ص ۶۳

اس کے بعد اشکالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱: نوجوان نہیں تھے۔ وفاتِ نبوی کے وقت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً ۵ سال اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً ۸ سال تھی۔

۲: سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو نوجوانی میں فوت نہیں ہوئے بلکہ ۶۳ سال کی عمر میں ۴۰ھ کو شہید

ہوئے۔جنتی نوجوانوں کے سردار کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا جعفر بن ابی طالب الطیار رضی اللہ عنہ کے بھی سردار ہیں۔ اپنی طرف سے بے ثبوت بات گھڑ کر بیان کرنا انتہائی مذموم حرکت ہے جس کا حبیب الرحمٰن کاندھلوی اور عزیز احمد صدیقی وغیرہما جیسے کذابین ومنکرینِ حدیث ہی ارتکاب کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں ان لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے۔(آمین)

۳: یہ کہنا کہ انبیاء کرام کے بھی سردار ہوں گے، غلط باطل اور مردود ہے۔

۴: جنت میں دنیا والی سرداری نہیں، یہ تو ایک اعزاز ہے۔ جنت میں تو سب بااختیار اور اپنی مرضی کے مالک ہوں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) تمام بڑی عمر والے جنتیوں کے سردار ہوں گے سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۰۰ وسندہ حسن وصححہ ابن حبان، الموارد: ۲۱۹۲)

۵: یہ سوال سرے سے باطل ہے کیونکہ اسلام قرآن وحدیث کی اطاعت کا نام ہے۔ منکرینِ حدیث کی عقلی موشگافیاں گوزِ خر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنھیں جنتی نوجوانوں کا سردار قرار دیا ہے، اس کا انکار کرنا صحیح حدیث کا انکار ہے۔ یہ ہونا چاہئے تھا اور وہ ہونا چاہئے تھا، اس میں اللہ تعالیٰ کسی کا پابند نہیں ہے لہٰذا منکرینِ حدیث کا فلسفہ یہاں مردود ہے۔

۶: سنن ترمذی والی روایت بلحاظِ سند (حارث الاعور کی وجہ سے) ضعیف ہے لیکن سنن ابن ماجہ والی روایت صحیح ہے ایک روایت میں کسی کی فضیلت سے دوسرے کی تنقیص کشید کرنا انتہائی غلط حرکت ہے۔ اسی علم کلام سے کام لے کر اگر کوئی شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل لے کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی توہین وتنقیص شروع کردے تو یہ حرکت ہر لحاظ سے باطل ہوگی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی صف میں ہوں گے۔ لیکن ہمارا کیا ہوگا، ہم کہاں ہوں گے؟ اپنی خیر منانی چاہئے۔ صحیح احادیث کے انکار کی وجہ سے اگر جہنم کا فیصلہ ہو گیا تو اس دن اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ یاد رہے کہ (زمانۂ تدوینِ حدیث کے بعد) ایک صحیح وثابت حدیث کا انکار کرنے والا بھی زندیق ہے۔ (۲۶ ستمبر ۲۰۰۷ء)

جنتی بیویاں اپنے جنتی شوہروں کے ساتھ ہوں گی

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد اگر کوئی میاں بیوی دونوں جنت چلے جائیں تو وہ دونوں ساتھ نہیں رہیں گے علیحدہ علیحدہ رہیں گے۔ اور دنیا والی عورت قطعاً اس دنیا والے شوہر کو نہیں ملے گی حتیٰ کہ نبی علیہ السلام کی بیویاں بھی ساتھ نہیں رہیں گی جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ دنیا کی بیوی جنت میں خاوند کو ملے گی یا نبی علیہ السلام کی بیویاں انکو ملیں گی تو وہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیتوں کا منکر ہے یعنی وہ منکر قرآن ہیں:

بقرہ آیت ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۸۶، (آل)عمران ۲۵، ۳۰، ۱۹۵، نساء ۳۲، ۱۲۴، ابراہیم ۵۱، نحل ۹۷، المومن ۴۰، الصّٰفّٰت ۴۹، رحمٰن ۵۶، واقعہ ۳۶، وغیرہ وغیرہ

اس کے علاوہ بھی قرآن کی آیات ہیں لیکن میں نے مختصر لکھ دی۔ اور کہتا ہے کہ وہاں ایسی بیویاں ہوں گی جن کو ہاتھ تک نہیں لگا ہوگا۔ کہتا ہے کہ مندرجہ بالا آیتوں میں تخصیص ہے کہ ساتھ نہیں رہے گی بیوی کا عمل زیادہ ہو جائے تو پھر بیوی کو کیا ملے گا۔ لہٰذا آیتوں کی مخالفت لازم آتی ہے۔؟ (طارق شاہ جدون کراچی)

الجواب: قرآن مجید کی جن آیات کا اس شخص نے ذکر کیا ہے ان میں سے کسی ایک آیت میں بھی مجھے یہ مسئلہ نہیں ملا کہ اگر میاں بیوی دونوں جنت میں چلے جائیں تو بیوی اپنے شوہر کو نہیں ملے گی۔ آپ اس شخص سے مطالبہ کریں کہ وہ ایک آیت مع متن اور ترجمہ لکھے جس سے اس کا یہ مزعومہ مسئلہ صاف ثابت ہوتا ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴾

''تم اور تمھاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (الزخرف: ۷۰، الکتاب ص ۲۹۸)

﴿ وَاَزْوَاجُكُمْ ﴾ زوجاتکم (تفسیر الجلالین ص ۶۵۴)

اگر مخاطبین مرد ہوں تو ازواج سے مراد زوجات (بیویاں) ہیں اور اگر خطاب عورتوں سے ہو تو ہر عورت کا زوج (شوہر) مراد ہے۔

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہے کہ اہلِ ایمان جنتیوں کا ''میاں بیوی'' والا رشتہ جنت میں بھی قائم رہے گا۔ جن آیات میں آیا ہے کہ انھیں نہ کسی جن نے چھوا ہوگا اور نہ کسی انسان نے تو اس سے دو باتیں مراد ہیں:

اول: یہ جنتی حوریں ہیں۔ دیکھئے سورۃ الرحمٰن آیت: ۷۲ تا ۷۴، اور یہی راجح ہے۔

دوم: یہ دنیا کی عورتیں ہیں جنھیں دوبارہ زندہ کرنے کے بعد جنتیوں کے لئے اعلیٰ طریقے پر تیار کیا جائے گا۔ مشہور تابعی امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**هنّ من نساء أهل الدنيا خلقهن الله في الخلق الآخر...**'' وہ دنیا کی عورتیں ہیں جنھیں اللہ دوسری (بہترین) خلقت پر پیدا فرمائے گا.... (البعث والنشور للبیہقی: ۳۷۸ وسندہ صحیح)

امام ابویعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**حدثنا إسماعيل بن عبدالله القرشي: ثنا أبو المليح عن ميمون بن مهران قال: خطب معاوية أم الدرداء رضي الله عنها فأبت أن تتزوجه، قالت: سمعت أبا الدرداء رضي الله عنه يقول قال رسول الله ﷺ: ((المرأة لآخر أزواجها.)) ولست أريد بأبي الدرداء بدلاً.**''

ہمیں اسماعیل بن عبداللہ (بن خالد الرقی) القرشی نے حدیث بیان کی: ہمیں ابوالملیح (الحسن بن عمر الرقی) نے حدیث بیان کی، وہ میمون بن مہران سے بیان کرتے ہیں کہ معاویہ (بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) نے ام الدرداء رحمہا اللہ کو شادی کا پیغام بھیجا تو انھوں نے ان کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا، ام الدرداء نے فرمایا: میں نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت اپنے آخری شوہر کے ساتھ ہوگی۔ اور میں ابوالدرداء کے بدلے میں کسی اور کو نہیں چاہتی۔ (المطالب العالیہ: ۱۷۳۱، وسندہ حسن، اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری وقال: ''ھذا اسناد رجالہ ثقات'' نیز دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی ۳/ ۲۷۵ ح ۱۲۸۱)

تنبیہ: ابویعلیٰ کی سند کے ساتھ یہ روایت تاریخ دمشق لابن عساکر (۷۴/ ۱۱۶) میں بھی موجود ہے۔ اس میں ام المجتبیٰ فاطمہ بنت ناصر العلویہ کا مقام (میرے خیال میں) صدق ہے اور باقی سند صحیح ہے۔ اس کی اور بھی کئی سندیں ہیں۔

امام ابویعلیٰ کی بیان کردہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:
① اسماعیل بن عبداللہ بن خالد بن یزید العبدری الرقی السکری القرشی: امام دارقطنی نے کہا: ثقہ (تاریخ بغداد ۶/۲۶۲ وسندہ صحیح، تاریخ دمشق لابن عساکر ۸/۲۹۵)
ابوحاتم الرازی نے کہا: صدوق [وہ سچا ہے] (الجرح والتعدیل ۲/۱۸۱)
ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (۸/۱۰۱)
حافظ ذہبی نے کہا: ''**الشیخ الفقیه العالم ... و کان صاحبَ حدیثٍ و اتقان**''
شیخ فقیہ عالم... اور آپ حدیث والے اور متقن (ثقہ) تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۲۸)
اور کہا: ''**قاضي دمشق فصدوق یتجهم**'' قاضی دمشق، سچے تھے، جہمی تھے۔
(میزان الاعتدال ۱/۲۳۶)
الضیاء المقدسی نے المختارہ میں ان سے حدیث لی۔ (ج۳ ص۳۸۵ ح۱۱۷۹)
حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ''**صدوق رُمي لرائي جهم**''
سچے ہیں، آپ پر جہمیت کا الزام ہے۔ (تقریب التہذیب: ۴۵۶)
اس پر رد کرتے ہوئے تحریر تقریب التہذیب میں لکھا ہوا ہے:
''**بل ثقة .إلخ**'' بلکہ وہ ثقہ ہیں۔ الخ (ج۱ ص۱۳۵)
جہمیت کے الزام کا ذکر ابوالحسن علی بن الحسن بن علان الحرانی الحافظ نے کیا ہے۔ اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ ابن ابی دواد المعتزلی نے انھیں شام کا قاضی بنایا تھا جیسا کہ محمد بن فیض الغسانی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ جہمیت کا الزام کئی وجہ سے مردود ہے:
اول: یہ عقیدہ صراحت کے ساتھ اسماعیل بن عبداللہ سے ثابت نہیں ہے۔
دوم: جمہور کی توثیق کے بعد اس جرح کا کوئی وزن نہیں ہے۔
سوم: ابن ابی دواد کا کسی کو قاضی بنانا اس بات کی حتمی دلیل نہیں کہ وہ شخص ضرور ہی جہمی تھا۔
خلاصہ یہ کہ اسماعیل بن عبداللہ بن خالد الرقی حسن الحدیث ہیں۔
تنبیہ: اسماعیل بن عبداللہ بن زرارہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

② ابوالملیح حسن بن عمر الرقی: ثقہ ہیں۔(تقریب التہذیب:۱۲۶۶)

③ میمون بن مہران الجزری: ثقہ فقیہ ہیں۔(تقریب التہذیب:۷۰۴۹)

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت حسن لذاتہ ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مومنوں کی بیویاں جنت میں بھی ان کی ہی بیویاں ہوں گی۔

فائدہ عظیمۃ: حافظ ابوالشیخ الاصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدثنا أحمد بن إسحاق الجوهري قال:ثنا إسماعيل بن زرارة قال:ثنا أبوالمليح الرقي عن ميمون بن مهران عن أم الدرداء عن أبى الدرداء أن النبي ﷺ قال:((إن المرأة لآخر أزواجها.))''

ہمیں احمد بن اسحاق الجوہری نے حدیث بیان کی ،کہا:ہمیں اسماعیل بن (عبداللہ بن) زرارہ نے حدیث بیان کی ،کہا:ہمیں ابوالملیح الرقی نے حدیث بیان کی،وہ میمون بن مہران سے وہ ام الدرداء(الصغریٰ ہجیمہ رحمہا اللہ) سے وہ (سیدنا) ابوالدرداء(رضی اللہ عنہ) سے وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ عورت اپنے آخری شوہر کے ساتھ ہوگی۔

(طبقات المحدثین باصبہان ج۴ص۳۶ ح۸۰۶)

اس حدیث کی سند حسن ہے اور اس کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

① احمد بن اسحاق الجوہری: شیخ ثقہ ہیں...اچھی حدیثیں بیان کرنے والے ہیں.......

(طبقات المحدثین۴/۳۶)

② اسماعیل بن عبداللہ بن زرارہ الرقی: صدوق ہیں، ازدی (ضعیف) نے بغیر کسی دلیل کے اُن پر کلام کیا ہے۔(تقریب التہذیب:۴۵۷)

ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔(۸/۱۰۰)

خطیب بغدادی نے ان کے تذکرے میں دارقطنی کی توثیق نقل کی ہے۔(۶/۲۶۲ ت۳۲۹۲)

خلاصہ یہ کہ اسماعیل مذکور حسن الحدیث ہیں۔

③ ابوالملیح الرقی اور میمون بن مہران کا تذکرہ گذر چکا ہے اور ام الدرداء الصغریٰ ہجیمہ

رحمہا اللہ ثقہ فقیہہ ہیں۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۸۷۲۸)

خلاصۃ التحقیق: یہ سند حسن لذاتہ ہے اور سابقہ حسن سند کے ساتھ مل کر صحیح لغیرہ ہے۔

سیدنا رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجۂ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((فأنتِ زوجتي في الدنیا والآخرۃ .)) پس تو دنیا اور آخرت میں میری بیوی ہے۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان: ۷۰۵۳[۷۰۹۵] وسندہ صحیح، وصححہ الحاکم ۴/۱۰ ح ۶۷۲۹ ووافقہ الذہبی)

رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عائشہ (رضی اللہ عنہا کی تصویر) کو ریشم کے لباس میں لا کر فرمایا: ''**ھذہ زوجتك في الدنیا والآخرۃ .**'' یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہیں۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۷۰۵۲[۷۰۹۴] وسندہ حسن)

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''**إني لأعلم أنھا زوجتہ في الدنیا والآخرۃ .**'' بے شک میں جانتا ہوں کہ وہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) آپ (ﷺ) کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہیں۔ (صحیح بخاری: ۳۷۷۲)

ان صحیح دلائل کے باوجود اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ''نبی ﷺ کی بیویاں جنت میں آپ کے ساتھ نہیں رہیں گی یا دنیا والی عورت قطعاً اس کے دنیا والے جنتی شوہر کو نہیں ملے گی'' تو یہ شخص سخت ملحد، گمراہ، ضال مضل اور بے دین ہے۔

درج بالا تحقیق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ مردوں کو تو جنت میں اُن کی بیویاں، جنتی عورتیں اور حوریں ملیں گی۔ جبکہ جنتی عورتوں کو ان کے جنتی شوہر ملیں گے۔ جن عورتوں کے شوہر جنتی نہ ہوں گے تو انھیں جس طرح اللہ چاہے گا دوسرے جنتی انسان بطورِ شوہر ملیں گے۔

ایک اہم بات: قارئینِ کرام! دیکھیں کس طرح منکرینِ حدیث اپنے سارے لاؤ لشکر کے ساتھ قرآن کے پردے میں صحیح احادیث اور نبی کریم ﷺ کی عزت پر حملے کر رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ آدم اور حوا علیہما السلام کی تخلیق ایک افسانہ ہے تو کبھی کہتے ہیں کہ انسان ایک جرثومے سے ترقی کرتے ہوئے یعنی ڈارون یہودی کی خیالی تھیوری نظریۂ ارتقاء کے مطابق اس مقام تک پہنچا ہے، کبھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں جنت میں آپ کے

ساتھ نہیں ہوں گی۔ وغیرہ، عرض ہے کہ اگر آپ ﷺ کی بیویاں جنت میں آپ کی بیویاں نہیں ہوں گی تو کیا یہ اُمتیوں کی بیویاں بنیں گی؟ ازواجِ مطہرات تو اُمتیوں کی مائیں ہیں۔ ماں کس طرح بیوی بن سکتی ہے؟ جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبی کی بیوی اور اُمتیوں کی ماں کسی اُمتی کی بیوی بنے گی تو یہ شخص کائنات کا بدترین کافر اور گستاخ ہے۔

مسلمانو! آنکھیں کھولو اور غور سے دیکھو کہ کفار، مرتدین اور منافقین کس طرح دن رات اپنے سارے وسائل کے ساتھ دینِ اسلام کی بنیادوں پر حملے کررہے ہیں۔ کہاں ہے اللہ اور رسول سے محبت اور دینی غیرت وحمیت؟

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور صحیح حدیثوں پر حملہ کرنے والوں کا منہ بند کرنا اور قلع قمع کرنا اس دور میں اہم ترین فریضہ ہے۔ قربان جائیں! امیر المومنین ہارون الرشید العباسی رحمہ اللہ کے، جب ایک شخص نے بیوقوفی سے ایک حدیث پر اعتراض کردیا تو عباسی خلیفہ نے فرمایا: بعض ملحدین نے اُسے یہ کلام بتایا ہے۔ (تاریخ بغداد ۲۴۴/۵ وسندہ صحیح، کتاب المعرفۃ والتاریخ ۱۸۱/۲، ۱۸۲، وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ ہارون الرشید اُس شخص کو ملحد (کافر) سمجھتے تھے جو حدیث پر اعتراض کرے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''فکل من لم یناظر أهل الالحاد و البدع مناظرة تقطع دابرهم ، لم یکن أعطی الإسلام حقه و لا وفّی بموجب العلم و الإیمان و لا حصل بکلامه شفاء الصدور و طمأنینة النفوس و لا أفاد کلامه العلم و الیقین .''

ہر وہ شخص (عالم جس کے پاس متعلقہ علم ہے) جو ملحدین ومبتدعین سے مناظرہ کرکے ان کی جڑیں نہیں کاٹتا تو اس نے اسلام کا حق ادا نہیں کیا اور نہ علم وایمان کے واجبات کو پورا کیا ہے، اس کے کلام سے سینوں کو شفاء اور دلوں کو اطمینان حاصل نہیں ہوا اور نہ اس کا کلام علم ویقین کا فائدہ دیتا ہے۔ (درء تعارض العقل والنقل ج ۱ ص ۳۵۷)

وما علینا إلا البلاغ (۲/جنوری ۲۰۰۸ء)

محمد صدیق رضا

اُمتِ مصطفیٰ ﷺ اور شرک
(آخری قسط)

چوتھی حدیث:

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول :((قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ:... ياابن آدم !إنك لو أتيتني بقراب الأرض خطايا ثم لقيتني لا تشرك بي شيئاً لأ تيتك بقرابها مغفرة))

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا....اے ابن آدم! اگر تو روئے زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آئے پھر مجھ سے اس طرح ملاقات کرے کہ تو میرے ساتھ کچھ بھی شریک نہ ٹھہراتا ہوتو میں روئے زمین کے برابر ہی تجھے مغفرت عطا کردوں گا۔

(سنن الترمذی: ۳۵۴۰ وقال: ''حسن غریب'' وسندہ حسن)

اگرچہ ''ابن آدم'' کے الفاظ عام ہیں اس میں ہر انسان شامل ہے لیکن قرآن وسنت کے دیگر دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد صرف اور صرف آپ ﷺ پر ایمان لے آنے والے آپ کے امتی ہی اس حدیث قدسی کے مخاطب ہو سکتے ہیں، یہ خوشخبری انھی کے لئے مخصوص ہے۔

چونکہ اگر کوئی شخص صرف ''شرک'' سے اپنے آپ کو محفوظ کر لے، شرک سے بچتا رہے لیکن رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان نہ لائے اور ایمانیات کی دیگر شرائط کو وہ پورا نہ کرے تو وہ مغفرت وجنت کا حقدار نہیں ہوسکتا۔ یہ بات قرآن وسنت سے ثابت ہوتی ہے اور تمام اہلِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔

تو دیگر مذاہب کے لوگ تو ویسے ہی جنت سے محروم ہیں اس صورت میں حدیثِ بالا

کے مخاطبین رسول اللہ ﷺ کے امتی ہی ہیں۔ اگر وہ شرک سے محفوظ رہیں تو اللہ کی رحمت سے ان کے گناہوں کی بخشش ممکن ہے۔

پانچویں حدیث:

''عن عبداللّٰہ (بن مسعود) رضي اللّٰہ عنه قال: لما أسري برسول اللّٰہ ﷺ انتهي به إلی سدرة المنتهی..... فأعطي رسول اللّٰہ ﷺ ثلاثاً ، أعطي الصلٰوات الخمس وأعطي خواتیم سورة البقرة وغفر لمن لم یشرك باللّٰہ من أمته شیئاً- المقحمات''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہٰی تک لے جایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو وہاں تین چیزیں عطاء کی گئی تھیں، آپ کو پانچ نمازیں عطاء کی گئیں اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور امت میں سے ہر اس شخص کی بخشش عطاء کی گئی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔ (صحیح مسلم:۱۷۳، دارالسلام:۴۳۱)

اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے عظیم معجزہ معراج کا ذکر ہے اور یہ بیان کیا گیا کہ اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تین تحفے عطا فرمائے ان میں سے تیسری چیز جو بیان ہوئی ہے وہ ہے آپ ﷺ کے ہر امتی کے لئے یہ عظیم خوشخبری کہ اگر وہ ''شرک'' سے اپنے ایمان کو بچائے رکھیں اور کبیرہ گناہوں سے بھی بچتے رہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے گا انھیں بخش دے گا۔

اب جس طرح ایک مومن کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو سکتا ہے اسی طرح شرک سے بھی اپنے ایمان کو آلودہ کر سکتا ہے اگر امت کے اندر شرک کا خطرہ نہ ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا زعم ہے تو پھر بخشش و مغفرت کے لئے شرک سے محفوظ رہنے کی شرط کیوں رکھی گئی ہے؟

ظاہری بات ہے کہ امت میں اس کا خطرہ موجود ہے اسی لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایمان والوں کو خبردار کرنے کے لئے جگہ جگہ اس بات کو بیان کیا، اس

سے بچتے رہنے کا خاص طور پر ذکر کیا۔علامہ نووی اس حدیث کی تیسری بات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''ومعنی الکلام من مات من هٰذه الأمة غیر مشرك بالله غفر له ''
اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں سے جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنیوالا نہ ہوتو اس کی بخشش ہوگی۔ (شرح النووی ص۲۱۱ مطبوعہ بیت الافکار الدولیہ)

الغرض! اس حدیث سے بھی روزِ روشن کی طرح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس امت میں شرک کا خطرہ موجود ہے اور یہ امت بھی شرک میں مبتلا ہوسکتی ہے اور بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہوئے بھی ہیں۔

چھٹی حدیث:

''عن أبي واقد اللیثي: أن رسول اللّٰه ﷺ لما خرج إلی حنین مرّ بشجرة للمشرکین یقال لها: ذات أنواط یعلقون علیها أسلحتهم فقالوا: یا رسول اللّٰه! اجعل لنا ذات أنواط کما لهم ذات أنواط فقال النبي ﷺ: ((سبحان اللّٰه ! هٰذا کما قال قوم موسٰی ﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ﴾ والذي نفسي بیده لترکبن سنة من کان قبلکم))

سیدنا ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حنین کی طرف نکلے تو مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے گزرے جسے ذات انواط کہا جاتا تھا مشرکین (برکت یا حصول قوت کے لئے) اس پر اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے۔تو کچھ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جس طرح سے ان مشرکین کا ذاتِ انواط ہے اس طرح کا ایک ذاتِ انواط ہمارے لئے بھی بنا دیجئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا: سبحان اللہ! یہ تو اسی طرح کی بات ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ (اے موسیٰ علیہ السلام) ہمارے لئے بھی ایک ایسا اِلٰہ بنا دیجئے جیسا کہ ان کے آلھہ ہیں۔(الاعراف: ۱۳۸) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔

(سنن الترمذی :۲۱۸۰، وقال: ھٰذا حدیث حسن صحیح وھو صحیح)

اور صحیحین میں حدیث ہے کہ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لتتبعن سنن من کان قبلکم شبراً بشبر ، وذراعًا بذراع ، حتی لو سلکوا جحر ضب لسلکتموہ)) قلنا: یا رسول اللّٰہ ! الیھود والنصاریٰ ؟ قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم :((فمن))

تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلی امتوں کی پیروی کروگے، جس طرح کہ ایک بالشت دوسرے بالشت اور ایک ذراع دوسرے ذراع (کے بالکل برابر ہوتی ہے) اسی طرح تم ان کی پیروی کروگے حتیٰ کہ اگر اس میں سے کسی نے سانڈے کے بل میں داخل ہونے کی کوشش کی ہوگی تو تم بھی ایسی ہی کوشش کروگے۔ (صحابہ رضی اللہ عنہم نے) عرض کیا یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کس کی؟ (صحیح بخاری:۳۴۵٦)

اب ان حدیثوں پر غور کیجئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر تاکیدی اسلوب میں حلفیہ بیان دیتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی ہے آپ غور کریں گے تو واضح ہوگا کہ دیگر پیشین گوئیوں کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی بھی ہو بہو پوری ہورہی ہے۔

قرآنِ مجید بتلاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنالیا تھا۔ (توبہ: ۳۱)

اس امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو علماء و درویشوں کو رب بنائے بیٹھے ہیں۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارضِ حبشہ کے ایک کنیسہ کا تذکرہ فرمایا اور جو کچھ وہاں انھوں نے تصاویر دیکھیں، ان کا ذکر فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أولئك قوم إذا مات فیھم العبد الصالح - أو الرجل الصالح - بنوا

علی قبرہ مسجدًا و صوروا فیه تلك الصور أولئك شرار الخلق عند اللّٰه))

یہ(یہود ونصاریٰ) ایسی قوم ہے کہ جب ان میں سے کوئی نیک شخص فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد (عبادت گاہ) بنا لیتے اور اس میں اس قسم کی تصاویر بنا لیتے ۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں ۔ (صحیح بخاری:۴۳۴)

آج اس اعتبار سے نبی ﷺ کی امت کی حالتِ زار پر غور کریں تو کوئی کافر بھی رسول اللہ ﷺ کی اس پیشین گوئی کی صداقت وحقانیت سے انکار نہیں کر پائے گا!!

آج کتنے ہی لوگوں کی قبریں ہیں کہ جن پر مسجدیں بنی ہوئی ہیں اور کتنی ہی قبریں ہیں جو عبادت گاہوں کا درجہ اختیار کئے ہوئے ہیں ۔جن پر لوگ دست بستہ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑے نظر آئیں گے ،کوئی سجدہ ریز ہیں تو کوئی طواف میں مگن ہیں ،کوئی نذرانے پیش کررہے ہیں تو کوئی جانور ذبح کررہیں ،کوئی ہاتھ اُٹھائے فریاد ودعا میں مشغول ہیں تو کوئی جھولی پھیلائے کھڑے نظر آتے ہیں ۔الغرض ! کہ عبادت کے کتنے ہی مظاہر آپ کو ان قبروں پر نظر آئیں گے اور نبی ﷺ کی ان احادیث کو جاننے والا کوئی شخص یہ تسلیم کئے بغیر نہ رہے گا کہ اس امت کے بہت سے لوگ ہو بہو یہود ونصاریٰ کے طریقوں کو اپنائے ہوئے ہیں ۔جس طرح کہ وہ لوگ صالحین کی محبت میں غلو کا شکار ہو کر شرک جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے تھے ۔اسی طرح اس امت کے بھی بہت سے لوگ شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں ۔

ساتویں حدیث :

عن ثوبان قال قال رسول اللّٰه ﷺ :((ولا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من أمتي بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من أمتي الأوثان ...))

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ میری امت کے قبائل مشرکین کے ساتھ مل نہ جائیں اور جب تک کہ میری امت کے قبائل اوثان کی

عبادت نہ کرنے لگ جائیں۔'' (سنن ابی داود: ۴۲۵۲ وسندہ صحیح)

اوثان: وثن کی جمع ہے، وثن سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے خواہ وہ مورتی ہو یا پتھر، درخت وجھنڈا ہو یا قبر یا پھر کوئی اور چیز، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((**اللهم! لا تجعل قبري وثنًا ، لعن الله قومًا اتخذوا (أو جعلوا) قبور أنبيائهم مساجد**)) اے اللہ! میری قبر کو وثن نہ بنانا (کہ جس کی عبادت کی جائے) اللہ ایسی قوم پر لعنت فرمائے جس نے اپنے انبیاء (علیہم السلام) کی قبروں کو عبادت گاہ بنا دیا۔ (مسند حمیدی: ۱۰۳۱ ونسخہ اخریٰ: ۱۰۲۵، وسندہ حسن)

غور کیجئے! آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کس طرح عوام میں معروف نیک لوگوں کی قبروں اور مزاروں پر منڈلاتی نظر آتی ہے اور کتنے ہی درخت ہیں آستانے ہیں چلہ گاہیں ہیں جنھیں مقدس سمجھ کر وہاں قربانیاں چڑھائی جاتی ہیں کتنی ہی قبروں کے سامنے سجدے ہو رہے ہیں، طواف ہو رہے ہیں اور کتنے ہی پتھر ہیں جنھیں نفع نقصان کے لئے کارآمد سمجھا جاتا ہے یہ سب کچھ اوثان کی عبادت کے مظاہر ہیں۔

غرض یہ کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمائی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے بہت سے قبیلے مشرکوں کے ساتھ مل جائیں گے اور ''اوثان'' کی عبادت کرنے لگیں گے اور اوثان کی عبادت کا ''شرک'' ہونا یقینی ہے۔

جب یہ چیز امت میں واقع ہوگی تو ''شرک'' میں مبتلا ہونا بھی یقینی ٹھہرا، اب جو لوگ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ''یہ امت شرک میں مبتلا نہیں ہوگی'' یا ''اس امت میں شرک کا خطرہ نہیں'' وہ گویا انجانے میں یا جانتے بوجھتے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی درست نہیں۔ (نعوذ باللہ)

کم از کم کوئی ایمان والا شخص تو اس طرح کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا تو یہ پختہ ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ صحیح حدیث اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر فرمان

من جانب اللہ اور حق و سچ ہے۔ چونکہ نبی ﷺ دین میں اپنی طرف سے کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ اللہ کی ''وحی'' بیان فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم:۳،۴)

آٹھویں حدیث: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اکیلے ہی کہیں تشریف لے جا رہے ہیں آپ کے ساتھ کوئی اور آدمی نہیں، میں سمجھا کہ شاید کسی کا ساتھ چلنا آپ کو پسند نہیں۔ تو میں چاندنی میں پیچھے پیچھے چلنے لگا، آپ ﷺ جب مڑے تو مجھے دیکھا تو فرمایا: یہ کون ہے؟ تو میں نے کہا: ابوذر ہوں اللہ مجھے آپ پر فدا کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! آؤ کچھ دیر تک میں آپ ﷺ کے ساتھ چلتا رہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مالدار لوگ قیامت کے دن مفلس ہوں گے مگر وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا فرمایا اس نے اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے اسے خرچ کیا اور نیک کاموں پر اسے لگایا (تو وہ شخص نیکی کے اعتبار سے مفلس نہیں ہوگا)

پھر میں آپ کے ساتھ تھوڑی دیر چلا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: یہاں بیٹھ جاؤ مجھے ایک ایسے میدان میں بٹھا دیا جس کے چاروں اطراف پتھر تھے اور فرمایا کہ جب تک میں نہ لوٹوں یہیں بیٹھے رہنا پس آپ پتھریلی زمین کی طرف تشریف لے گئے حتی کہ آپ میری نظروں سے پوشیدہ ہو گئے آپ نے وہاں کافی دیر لگا دی، پھر میں نے دیکھا کہ آپ واپس تشریف لا رہے ہیں اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''اگرچہ چوری کی ہو، اگرچہ زنا کیا ہو'' جب آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں صبر نہ کر سکا اور عرض کی: اے اللہ کے نبی! (ﷺ) اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کر دے، اس پتھریلی زمین پر آپ کس سے کلام فرما رہے تھے؟ میں نے تو کسی کو آپ سے بات کرتے ہوئے نہیں سنا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ذلك جبريل عرض لي في جانب الحرة قال: بشر أمتك أنه من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة)) إلخ

یہ جبریل علیہ السلام تھے میرے پاس اس پتھریلی زمین پر آئے تھے انھوں نے کہا کہ آپ اپنی امت کو یہ خوشخبری دے دیجئے کہ جو شخص مرگیا اور وہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح بخاری:۶۴۴۳)

کتاب الجنائز کی ابتدا میں رئیس المحدثین امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ یہ حدیث اس طرح لائے ہیں کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أتاني آتٍ من ربي ، فأخبرني أو قال: بشرني- أنه من مات من أمتي لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة ... إلخ))

میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا، پس اس نے مجھے خبر دی یا فرمایا: خوشخبری دی کہ میری امت میں سے جو کوئی (اس حال میں) مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ [پہلی حدیث سے واضح ہے کہ یہ آنے والے جبرائیل علیہ السلام تھے۔] (صحیح بخاری:۱۲۳۷)

اب اس حدیث پر بھی غور کریں! اس میں بھی اس بات کو بیان فرمایا گیا کہ نبی علیہ السلام کی امت میں سے بھی وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جن کی موت اس حال میں واقع ہوئی ہو کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں، شرک سے بچنے والے ہوں۔ اگر بعض لوگوں کے زعم کے مطابق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ''شرک'' کے خطرے سے محفوظ ہوتی تو یہ خوشخبری دینا کیا معنی رکھتی کہ '' آپ کی امت میں سے وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جو شرک نہ کرتے ہوں؟''

یہ خوشخبری اسی صورت میں کچھ معنی رکھتی ہے کہ جب اس امت میں شرک جیسے مہلک جرم کا خطرہ موجود ہوتو خوشخبری انھیں دی گئی کہ تم میں سے جو کوئی اس جرم سے محفوظ رہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

نویں حدیث:

عن ابن عباس رضي الله عنه... فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول:

((ما من رجل مسلم يموت فيقوم على جنازته أربعون رجلاً، لا يشركون بالله شيئاً إلا شفعهم الله فيه))

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو کوئی مسلم شخص فوت ہو جائے اور اس کی نمازِ جنازہ میں چالیس (۴۰) ایسے لوگ شامل ہوں جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس فوت شدہ کے حق میں ان لوگوں کی سفارش کو قبول فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم :۹۴۸)

اس حدیث میں میت پر چالیس ایسے لوگوں کی جو شرک نہ کرتے ہوں نمازِ جنازہ پڑھنے کی یہ فضیلت بیان ہوئی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش یعنی دعائے مغفرت کو قبول فرماتا ہے۔

یہ تو معلوم ومعروف بات ہے کہ نمازِ جنازہ صرف مسلم ہی پڑھتے ہیں سکھ، ہندو، مجوسی، بدھ مت، یہودی، نصرانی وغیرہم کے ہاں اس کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ اس کے باوجود یہ فرمانا کہ وہ جنازہ پڑھنے والے ''شرک نہ کرتے ہوں'' ''لا يشركون بالله'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے والے بھی شرک کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں یہ فضیلت حاصل نہیں ہوگی اور نمازِ جنازہ تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہی پڑھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ بھی شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ (اعاذنا اللہ منہ)

دسویں حدیث:

''عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ :((لكل نبي دعوة مستجابة فتعجل كل نبي دعوته وإني اختبأت دعوتي شفاعة لأمتي يوم القيامة فهي نائلة إن شاء الله من مات من أمتي لا يشرك بالله شيئاً))

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر نبی (علیہ السلام) کی ایک دعا مقبول ہوتی ہے ۔پس تمام انبیاء علیہم السلام نے اس مخصوص دعا مانگنے میں عجلت فرمائی لیکن میں نے اپنی وہ (خاص) دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر رکھی ہے پس میری شفاعت میری امت میں سے ہر اس شخص کو پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (صحیح مسلم:۱۹۹، دارالسلام:۴۹۱)

اس حدیث شریف میں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے ساتھ بے پناہ شفقت ومحبت کا ذکر ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے گناہگار مگر شرک سے بیزار اور پاک موحدین یعنی عقیدہ توحید کے حامل افراد کی شفاعت فرمائیں گے جیسا کہ علامہ نووی کے قائم کردہ باب سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے نیز اس کی شرح میں آپ نے لکھا:

''**أما قوله ﷺ ، فهي نائلة إن شاء اللّٰه تعالىٰ من مات من أمتي لا يشرك باللّٰه شيئاً ففيه دلالة لمذهب أهل الحق أن كل من مات غير مشرك باللّٰه تعالىٰ لم يخلد في النار** '' باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ان شاء اللہ یہ شفاعت میری امت میں سے ہر شخص کے لئے ہوگی جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کچھ شرک نہ کرتا ہو پس اس میں اہل حق کے نظریے کی دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنیوالا نہیں تھا تو وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ (شرح النووی تحت رقم الحدیث: ۱۹۹)

اس سے بھی یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شرک کرنے والے ہوں گے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت وخصوصی دعاءِ مغفرت سے بھی محروم ہوجائیں گے، یہ شفاعت تو ان خوش نصیب وسعادت مند لوگوں کے لئے ہوگی جنھوں نے اپنے دامن کو ہر قسم کے شرک کی نجاست سے محفوظ و پاکیزہ رکھا۔

گیارہویں حدیث: سید المحدثین والفقہاء سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حتی إذا فرغ اللّٰہ من القضاء بین العباد ، وأراد أن یخرج برحمته من أراد من أھل النار ، أمر الملائکة أن یخرجوا من النار من کان لا یشرك باللّٰہ شیئاً۔ ممن أراد اللّٰہ تعالٰی أن یرحمه ۔ ممن یقول: لا إلٰه إلا اللّٰہ ، فیعرفونھم فی النار ، یعرفونھم بأثر السجود۔ تأکل النار من ابن آدم إلا أثر السجود ۔ حرم اللّٰہ علی النار أن تأکل أثر السجود ، فیخرجون من النار [و] قد امتحشوا، فیصب علیھم ماء الحیاۃ ، فینبتون منه کما تنبت الحبة من حمیل السیل))

یہاں تک کہ (قیامت کے دن) جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما چکے گا تو اپنی رحمت سے جس کسی کو جہنم سے نکالنا چاہے گا (ان کے متعلق) فرشتوں کو حکم دے گا کہ ان لوگوں کو جہنم سے نکال دیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو (یہ وہ لوگ ہوں گے) جن پر اللہ رحم فرمانا چاہے گا جو '' لا إلٰه إلا اللّٰہ '' کہنے والوں میں سے ہوں گے، فرشتے تو جہنم میں انھیں پہچان لیں گے، ان کے سجدوں کے نشانات کی وجہ سے جہنم کی آگ ابن آدم کے جسم سے ہر چیز کو کھا جاتی ہے سوائے سجدوں کے نشانات کے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آگ پر سجدوں کے نشانات کو کھانا حرام کر دیا ہے تو وہ جہنم سے نکالیں جائیں گے جب کہ وہ جل چکے ہوں گے تو ان پر آبِ حیات ڈالا جائے گا.... الخ (صحیح مسلم:۱۸۲، دارالسلام:۴۵۱)

بلاشبہ یہ بات درست ہے لیکن (قرآن و حدیث کی نصوصِ صریحہ کی روشنی میں) اس لازمی شرط کے ساتھ کہ وہ ''شرک'' سے بچنے والا ہو شرک نہ کرتا ہو، جیسا کہ اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے۔

اگر کلمہ پڑھنے والے شرک سے محفوظ ہو جاتے شرک پروف بن جاتے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو اللہ رب العالمین کے اس فرمان کا کیا مقصد رہ جاتا ہے کہ جو لوگ شرک

نہیں کرتے..... '' لا إله إلا الله '' کہنے والوں میں سے ہیں انھیں جہنم سے نکال دو، جیسے کہ حدیث بالا میں ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو اللہ عزوجل کی بات کا غیر ضروری ہونا لازم آتا ہے، جس کا ایمان والے تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اعاذنا اللہ منہ

قرآن مجید کی آیات اور یہ احادیث جو آپ کے سامنے ہیں، ان سے واضح ہوتا ہے کہ اس امت کے لوگ بھی شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں اور بہت سے لوگ ہوئے بھی ہیں یہ کوئی ناممکن بات نہیں بلکہ عین ممکن ہے۔

ان آیات واحادیث کی روشنی میں ان لوگوں کی بات واضح طور پر باطل ثابت ہو جاتی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ''امتی'' مشرک نہیں ہو سکتا شرک نہیں کر سکتا وہ شرک سے محفوظ ہے۔ یہ دعویٰ، سوچ، فکر، نظریہ، عقیدہ، خیال، مذہب اور مسلک یقیناً قرآن وحدیث کے خلاف اور متضاد سوچ کا حامل ہے اعاذنا اللہ منہ

ابوعبداللہ محمد علی بن انعام شذرات الذہب

لفظِ ''حدیث'' کا ثبوت رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت (سفارش) کی سعادت لوگوں میں سب سے زیادہ کون حاصل کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((**لقد ظننت يا أبا هريرة! أن لا يسألني عن هذا الحديث أحد أول منك لما رأيت من حرصك على الحديث، أسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال: لا إله إلا الله، خالصًا من قلبه أو نفسه.**))

اے ابو ہریرہ! میرا یہی خیال تھا کہ یہ حدیث تم سے پہلے اور کوئی مجھ سے نہیں پوچھے گا کیونکہ حدیث کے لئے میں تمھاری بہت زیادہ حرص دیکھتا ہوں۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اس شخص کو حاصل ہوگی جس نے خلوصِ دل سے لا إله إلا الله (اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے) کہا۔ (صحیح بخاری: ۹۹، ۶۵۷۰)

حافظ زبیر علی زئی

صحیح بخاری کا دفاع

(قسط:۳)

مجرم (۱۸): ''نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے۔ بیوی میں، گھر میں اور گھوڑے میں۔ (بخاری کتاب الطب۔صفحہ ۷۷۵)'' (اسلام کے مجرم ص ۳۷)

الجواب: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں عام جھگڑے فساد اور نحوست: عورتوں، جائیداد اور گھوڑوں یعنی فوج کے جھگڑوں کی وجہ سے ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۴ ص ۲۵ (یہی کتاب ص ۴۴۔ ۴۶)

منسوخ حدیث سے استدلال کرنا غلط ہوتا ہے۔

مجرم (۱۹): ''ابو ہریرہؓ نے کہا بیمار اونٹ کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لے جاؤ۔ لوگوں نے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نہیں کی کہ چھوت کی بیماری کوئی چیز نہیں تو ابو ہریرہؓ حبشی زبان میں نہ جانے کیا بکنے لگے۔ (بخاری کتاب الطب۔صفحہ ۲۸۱)'' (اسلام کے مجرم ص ۳۷)

الجواب: یہ روایت صحیح بخاری (۵۷۷۱) میں موجود ہے لیکن ''حبشی زبان میں نہ جانے کیا بکنے لگے۔'' کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ لکھا ہے کہ ''**فرطن بالحبشية**'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حبشی زبان میں کلام کیا۔ (صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۷۹، کتاب الطب باب لا ھامۃ ح ۵۷۷۱)

''بکنے لگے'' کے الفاظ لکھ کر ڈاکٹر مجرم صاحب نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کی ہے۔

اس حدیث کا بھی یہی مفہوم ہے جو مجرم کے اعتراض نمبر ۱۷ کے جواب میں گزر چکا ہے کہ اس عقیدے کے ساتھ احتیاط اور پرہیز کرنا برحق ہے کہ متعدی بیماری بذاتِ خود چھوت کے ذریعے سے کسی کو نہیں لگتی۔ ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر، قدرت اور اذن سے یہ بیماری کسی دوسرے کو لگا دے۔

مجرم (۲۰): ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ غلام مجھ سے کون خریدتا ہے؟ حضرت نعیم نے اُسے ۸۰۰ درہم میں خرید لیا۔ (کتاب الاکراہ بخاری۔صفحہ ٦٦٩) کیا نبی رسول صلی اللہ علیہ وسلم غلام فروخت کرتے تھے؟'' (اسلام کے مجرم ص ۴۰)

الجواب: ایک انصاری صحابی (جو قرضدار تھے) نے وصیت کی کہ ان کا زرخرید غلام ان کی وفات کے بعد آزاد ہے۔ اس انصاری کا اور کوئی مال نہیں تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے (غلام کے مالک کی زندگی میں) اس قبطی غلام کو ۸۰۰ درہم کے بدلے میں نعیم بن نحام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ دیا۔ (صحیح بخاری: ٦٩٤٧)

یہ رقم آپ نے اس شخص کو (جو غلام کا مالک تھا) دے دی تھی کیونکہ وہ ضرورت مند تھا۔ آپ نے فرمایا: ''پہلے اپنے آپ سے شروع کرو...'' الخ (صحیح مسلم: ۹۹۷/ ۲۳۱۳)

ایک آدمی کی جان قرضے میں پھنسی ہوئی ہے اور وہ صدقے کرتا پھرے؟ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ رہا غلاموں کی خرید و فروخت کا مسئلہ تو عرض ہے کہ قرآن مجید میں کئی مواقع پر غلام آزاد کرنے کا حکم ہے۔ مثلاً دیکھئے سورۃ النساء (۹۲) سورۃ المائدۃ (۸۹) اور سورۃ المجادلۃ (۳) معلوم ہوا کہ غلاموں کی خرید و فروخت جائز ہے ورنہ آدمی غلام آزاد کرنے کے لئے کہاں سے لائے گا؟

مجرم (۲۱): ''صحابہ کرامؓ کو ایک غزوہ میں لونڈیاں حاصل ہوئیں۔ چاہا کہ ان کے ساتھ صحبت کریں لیکن حمل نہ ٹھہرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں سوال کیا (یعنی برتھ کنٹرول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ فرمایا حل تفعلون بالفرج؟ کیا تم...(بخاری کتاب التوحید)'' (اسلام کے مجرم ص ۴۰)

الجواب: صحیح بخاری (۷۴۰۹) میں سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بنی المصطلق کے مالِ غنیمت میں لونڈیاں ملیں تو صحابہ نے چاہا کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور انھیں حمل بھی نہ ٹھہرے۔ پس انھوں نے نبی ﷺ سے عزل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اگر تم عزل کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اللہ نے جسے قیامت تک پیدا

کرنا ہے، اسے لکھ رکھا ہے یعنی وہ پیدا ہو کر رہے گا۔

اس حدیث پر اعتراض کی کیا بات ہے؟ اپنی لونڈی سے جماع کرنا بتصریحِ قرآن جائز ہے۔ مثلاً دیکھئے المومنون: ۵، ٦

عزل کا مطلب ہے شرمگاہ سے باہر پانی نکالنا۔ منع اور جواز کے دلائل کو مدِنظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ کسی عذر کی بنا پر خاوند کے لئے جائز ہے کہ اپنی بیوی سے عزل کرے۔

یاد رہے کہ حدیث میں کمائی کھانے کے بجائے فائدہ اٹھانے کے الفاظ ہیں۔ اگر شرعی لونڈیاں ہوں تو دینِ اسلام میں ان سے فائدہ اٹھانا مالکوں کے لئے جائز ہے۔

تنبیہ: اس کے بعد اگلے صفحے پر ڈاکٹر صاحب نے صحیح بخاری سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا ہے۔ جس میں **فی** کے بعد **دبرھا** کا لفظ موجود نہیں۔ اس قول کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

اول: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اپنی بیوی سے پچھلی طرف سے اگلی شرمگاہ، جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے میں جماع کرنا جائز ہے۔ صحیح بخاری (۴۵۲۸) میں اس اثر کے فوراً بعد سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہی مفہوم ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے۔ (دیکھئے ص ۳۹۔۴۱)

دوم: وہ بیوی کی دبر میں جماع جائز سمجھتے تھے، اگر یہ مفہوم مراد لیا جائے تو دو وجہ سے مردود ہے:

۱: یہ منسوخ ہے کیونکہ **دبرھا** کا لفظ کاٹ دیا گیا ہے۔ نیز دیکھئے التلخیص الحبیر (۱۵۸/۳ ح ۱۵۴۲)

۲: یہ قول ان صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہے جن میں اس فعل پر شدید رد اور وعید آئی ہے اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلے میں صحابی وغیرہ کا قول رد ہو جاتا ہے۔

مجرم (۲۲): ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے دوزخ دکھلائی گئی اور وہاں زیادہ تر عورتیں پائی گئیں۔ (بخاری کتاب الایمان۔ صفحہ ۱۰۲)'' (اسلام کے مجرم ص ۴۴)

الجواب: صحیح بخاری (۲۹) والی یہ حدیث اس مفہوم کے ساتھ بخاری کے وجود سے پہلے

موطأ امام مالک (۱۸۶/۱، ۱۸۷ ح ۴۴۶) کتاب الام للشافعی (۲۴۲/۱) اور مسند احمد (۲۹۸/۱ ح ۲۷۱۱) وغیرہ میں موجود ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی عام عورتیں کثرت سے جہنم میں جائیں گی، وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت شرک، کفر اور جہالت میں مبتلا ہے جس کا مشاہدہ کسی قبر یا غیر اللہ کی کسی عبادت گاہ پر کیا جا سکتا ہے لیکن اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ساری عورتیں جہنم میں جائیں گی۔ ایماندار اور تقویٰ دار عورتیں اللہ کے فضل و کرم سے جنت میں جائیں گی اور جہنم سے دور اور محفوظ رہیں گی جیسا کہ بے شمار دلائل سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی عورتوں کی سردار قرار دیا ہے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۳۷۸۱) وقال: ''حسن غریب'' صحیح البخاری (۳۶۲۴) صحیح مسلم (۲۴۵۰) صحیح ابن خزیمہ (۱۱۹۴) اور صحیح ابن حبان (۲۲۲۹)

مجرم (۲۳): ''محمود بن ربیع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ میں کلی کی جب میں پانچ سال کا تھا۔ (بخاری، کتاب العلم۔ ص ۱۳۰) آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم انسانی مساوات کے پیغامبر تھے اور پاکیزگی پر عمل پیرا۔'' (اسلام کے مجرم ص ۴۴)

الجواب: صحیح ترجمہ ''میرے منہ میں کلی کی'' نہیں بلکہ میرے چہرے پر کلی کی۔ فی بمعنی علیٰ ہے جیسا کہ لغت اور تراجمِ حدیث سے ثابت ہے۔ نبی پاک ﷺ کا پیار اور تبرک کے لئے پانچ سال کے معصوم بچے کے چہرے پر پاک پانی کی کلی پیار سے پھینکنا بھی ان منکرینِ حدیث کے نزدیک جرم بن گیا ہے، حالانکہ سیدنا محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ اس کلی کو یاد رکھتے ہوئے بطور فخر بیان کیا کرتے تھے۔

مجرم (۲۴): ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا غصہ آیا کہ آپؐ کے دونوں گال سرخ ہو گئے اور آپ کا چہرہ لال ہو گیا۔ (بخاری کتاب العلم۔ صفحہ ۱۳۶)'' (اسلام کے مجرم ص ۴۴)

الجواب: رسول اللہ ﷺ نورِ ہدایت ہونے کے ساتھ بشر بھی ہیں لہٰذا اگر کسی ناپسندیدہ بات کے سننے کے بعد آپ کو غصہ آ گیا تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ قرآنِ مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام غصے ہوئے، آپ نے

تورات کی تختیاں ڈال دیں اوراپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔
دیکھئے سورۃ الاعراف (۱۵۰) اس واقعے کے بارے میں منکرینِ حدیث کا کیا خیال ہے؟

مجرم (۲۵): ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات فرمایا حجرے والیوں (یعنی امہات المؤمنین) کو جگا دو بہت سی لباس والیاں ایسی ہیں کہ آخرت میں ننگی ہوں گی۔ (بخاری کتاب العلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے بارے میں درشت نہ تھے۔'' (اسلام کے مجرم ص ۴۵)

الجواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ درشت نہ تھے لیکن اس حدیث میں درشت ہونے کی تو کوئی بات نہیں بلکہ صرف دو باتوں کا ذکر ہے۔

۱: میری بیویوں کو تہجد کی نماز کے لئے جگا دو۔
۲: دنیا کی بہت سی عورتیں قیامت کے دن ننگی رہیں گی۔

پہلے جزء کا تعلق امہات المومنین سے ہے جبکہ دوسرے جزء کا ان سے کوئی تعلق نہیں بلکہ دنیا کی عام عورتوں کے لئے عام خطاب ہے لہٰذا اعتراض کی بنیاد ہی باطل ہے۔

مجرم (۲٦): ''ام سلمہؓ نے فرمایا۔ اگر عورت کو احتلام نہ ہو تو بچہ اس کا ہم شکل کیوں ہوتا ہے؟ (کتاب العلم بخاری۔ صفحہ ۱۵۰)'' (اسلام کے مجرم ص ۴۵)

الجواب: صحیح بخاری (۱۳۰) اور کتبِ حدیث میں یہ آیا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (شرم وحیا سے) اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے پوچھا: یارسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! ورنہ بچہ اپنی ماں کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی (بعض اوقات) احتلام ہو جاتا ہے لہٰذا اس میں اعتراض والی کوئی بات نہیں ہے۔ کیا قرآنِ مجید میں کہیں یہ لکھا ہوا ہے کہ عورت کو احتلام نہیں ہوتا؟ یاد رہے کہ اس مرفوع حدیث کو نام نہاد ڈاکٹر صاحب نے اپنی جہالت کی وجہ سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول بنا دیا ہے۔ سبحان اللہ!

مجرم (۲۷): ''حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے جریان تھا جس سے میری مذی نکلا کرتی تھی۔ (کتاب العلم۔ ص ۱۵۰)'' (اسلام کے مجرم ص ۴۵)

الجواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ انسان تھے اور انسانوں کی ایک مشہور بیماری جریان ہے جو بعض مردوں کو لاحق ہو جاتی ہے۔ کسی حکیم یا ڈاکٹر سے اس بیماری کی معلومات دریافت کی جا سکتی ہیں۔ منکرِ حدیث کو یہ چاہیے تھا کہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت کرتا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مذی کی بیماری نہیں تھی۔

مجرم (۲۸): ''عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کئے دو کچی اینٹوں پر رفع حاجت کے لئے بیٹھے ہیں۔ کیا صحابہؓ ایسی باتیں کہہ سکتے تھے؟ (کتاب الوضو بخاری۔صفحہ ۱۵۵)'' (اسلام کے مجرم ص ۴۵)

الجواب: جی ہاں! یہ حدیث سچی ہے اور سچی حدیثیں اُمت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہی بتائی ہیں لہٰذا اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟

صحیح بخاری (۱۴۹) موطأ امام مالک (۱/۱۹۳، ۱۹۴ ح ۴۵۷) اختلاف الحدیث للشافعی (ہامش الام ۱/۲۳) اور مسند احمد (۲/۴۱) وغیرہ کی اس صحیح حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں مثلاً:

۱: رسول اللہ ﷺ بشر ہیں۔
۲: قضائے حاجت کے وقت قبلے کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے۔
۳: مکان کی چھت پر چڑھنا جائز ہے بشرطیکہ پڑوسی کو اعتراض وتکلیف نہ ہو۔
۴: بیٹھ کر پیشاب کرنا مسنون ہے۔
۵: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ یاد کر کے بیان فرما دیا ہے۔
۶: گھروں میں لیٹرین (بیت الخلاء) بنانا جائز ہے۔

مجرم (۲۹): ''ابوموسیٰؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالے میں اپنے دونوں ہاتھ اور منہ دھویا اور پھر اس میں کلی کی پھر ابوموسیٰؓ اور بلالؓ سے کہا اس میں سے کچھ پی لو۔ (کتاب الوضو بخاری۔ صفحہ ۱۶۸)'' (اسلام کے مجرم ص ۴۵)

الجواب: منکرِ حدیث کو پاک نبی ﷺ کی پاک کلی والا پانی پی لینے پر اعتراض ہے حالانکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے پیارے اور پاک نبی ﷺ کے تھوک اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو (محبت کے اظہار کے لئے) اپنے جسموں پر ملتے تھے۔
دیکھئے صحیح بخاری (۲۷۳۱، ۲۷۳۲)

اے کاش! ہمیں رسول اللہ ﷺ کا ایک بال ہی مل جاتا تو یہ ہمارے لئے سونے چاندی سے بلکہ ساری دنیا سے زیادہ قیمتی ہوتا۔

مجرم (۳۰): ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے گھوڑے پر آئے اور وہیں کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ (کتاب الوضو بخاری۔ صفحہ ۱۷۷)'' (اسلام کے مجرم ص ۴۵)

الجواب: کوڑے کرکٹ کے جس ڈھیر (گھورے) کے پاس رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا وہاں کسی آدمی کا آپ ﷺ کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابوعوانہ کی تبویب (مسند ابی عوانہ ۱۹۶/۱، ۱۹۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں دیوار تھی اور درخت تھے۔ فتح الباری (۳۲۸/۱) سے واضح ہے کہ وہاں پیشاب کے چھینٹے پڑنے کا کوئی خطرہ نہیں تھا، نیز دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۰۰/۱) لکھا ہوا ہے کہ آپ نے دیوار کے پیچھے پیشاب کیا تھا۔ صحیح بخاری (۲۲۴) وغیرہ کی اس حدیث سے حالتِ عذر میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا جواز ثابت ہے۔ دیوبندی حلقے کے مشہور عالم محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح پیشاب کرنا جائز ہے، البتہ عام معمول چونکہ نبی کریم ﷺ کا بیٹھ کر پیشاب کرنے کا تھا اس واسطے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مکروہ تنزیہی کہا گیا ہے۔'' (انعام الباری دروس بخاری ج ۲ ص ۳۵۴)

سیدنا بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں غلط ہیں (۱) آدمی کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا.. (کشف الاستار عن زوائد البزار ۲۶۶/۱ ح ۵۴۷ وسندہ حسن) معلوم ہوا کہ بغیر شرعی عذر اور بغیر شرعی حدود کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ ساری صحیح احادیث کو سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں مدِنظر رکھنا ضروری ہے۔

تذکرۃ الاعیان حافظ ندیم ظہیر

مولانا عبدالسلام بستوی سلفی رحمہ اللہ

مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ معروف خطیب اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی عام فہم کتابیں عوام میں بہت مقبول ہیں۔ زیرِ نظر سطور میں موصوف کے مختصر حالاتِ زندگی پیشِ خدمت ہیں:

نام ونسب: عبدالسلام بن شیخ یادعلی بن شیخ خدابخش بن شیخ ظہور احمد

آپ کے آباء واجداد فیض آباد کے باشندے تھے لیکن ۱۸۵۷ء کو ضلع بستی موضع بشن پور (صوبہ یوپی [اتر پردیش] ہندوستان) میں سکونت پذیر ہوئے۔

ولادت: آپ کی ولادت تقریباً ۱۳۲۷ھ بمطابق ۱۹۰۹ء ہے۔

ابتدائی تعلیم: آپ پانچ سال تک مدرسہ مظاہر العلوم میں پڑھتے رہے اور ''دارالعلوم'' دیوبند میں بھی زیرِ تعلیم رہے لیکن جب حدیث پڑھنے کا وقت آیا تو بہت غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر حدیث پڑھنی ہے تو اہل حدیث سے پڑھی جائے لہٰذا آپ نے قرآن و حدیث کے مرکز جامعہ رحمانیہ دہلی کا رخ کیا۔

اساتذہ: آپ کے بعض اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری (صاحب تحفۃ الاحوذی)، مولانا احمد اللہ دہلوی اور مولانا شرف الدین محدث دہلوی رحمہم اللہ .

تدریس: آپ مدرسہ دارالحدیث والقرآن دہلی میں پندرہ (۱۵) یا سترہ (۱۷) سال تک درسِ حدیث دیتے رہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد آپ مدرسہ ریاض العلوم دہلی میں منتقل ہوگئے اور وفات تک درس وتدریس، فتویٰ نویسی اور تالیف واشاعت میں مصروف رہے۔

اخلاق وعادات: مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''راقم کو ۱۹۴۷ء کے بعد ہی مولانا سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، وضع میں سادہ مزاج

متواضع، حسنِ اخلاق میں ممتاز پایا۔'' (الاعتصام ۱۵/فروری ۱۹۷۴ء)

تصانیف: مصباح المومنین (ترجمہ البلاغ المبین تصنیف شاہ ولی اللہ دہلوی)، کشف الملہم ترجمہ وشرح مقدمہ صحیح مسلم، اسلامی توحید، اسلامی عقائد، اسلامی صورت، اسلامی پردہ، اسلامی وظائف، اسلامی اوراد، خواتین جنت، حلال کمائی، اخلاق نامہ، کلمہ طیبہ کی فضیلت، ایمان مفصل، مذمتِ حسد، کتاب الجمعہ، اسلامی تعلیم (آٹھ حصے)، رسالہ اصول حدیث، فضائل حدیث، فضائل قرآن، زبان کی حفاظت، انوار المصابیح ترجمہ وشرح مشکوٰۃ المصابیح (اردو) اسلامی خطبات (تین حصے) اسلامی فتاویٰ جس کی پہلی جلد ۱۴۱۳ھ میں آپ نے شائع کرائی تھی۔ آپ کی مشہور کتاب اسلامی خطبات کا انتخاب ''خطباتِ جمعہ'' کے ساتھ مولانا عطاء اللہ ساجد، مولانا محمد رفیق عبدالحق اور مولانا عبیداللہ عبید کی تلخیص، مولانا محمد داود ارشد کی تخریجِ احادیث اور مولانا عبدالصمد ریالوی کی مراجعت ونظر ثانی سے مکتبہ شاکرین لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

آپ نے کتب خانہ مسعودیہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا تھا۔ اس ادارے نے متعدد کتابیں اور رسالے شائع کئے ہیں۔

تنبیہ: آپ نے اپنی کتابوں میں صحت وسقم کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا لہٰذا آپ کی کتابوں میں ضعیف و بے اصل روایات بھی موجود ہیں لیکن اب بتدریج تحقیق کے ساتھ یہ کتابیں منظر عام پر آرہی ہیں۔ والحمدللہ

تلامذہ: آپ کی مدتِ تدریس چالیس سال سے متجاوز ہے اور آپ کے تلامذہ کی تعداد جنھوں نے آپ سے علم حاصل کیا سینکڑوں میں ہے۔

اولاد: آپ نے دو شادیاں کی تھیں۔ ان دونوں بیویوں میں سے آپ کے چھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

وفات: ۷/فروری ۱۹۷۴ء بروز پیر (سوموار) آپ فجر کی سنتیں پڑھ رہے تھے کہ سجدے کی حالت میں دل کا شدید دورہ پڑا اور پھر اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

احسن الحدیث ابن نور محمد

اعمال میں حسنِ نیت ضروری ہے

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۵ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ﴾ اوران کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ، یکسو ہوکر عبادت کریں اور نماز پڑھیں، زکوۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔[البینۃ:۵]

فقہ القرآن:

☆ اس آیتِ مبارکہ میں دو اہم چیزوں کا ذکر ہے: اپنی تمام ظاہری و باطنی عبادات میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی مقصود ہو اور دینِ حنیف (توحید) پر عمل پیرا رہتے ہوئے اس کے برعکس تمام عقائدِ باطلہ و اعمالِ فاسدہ سے منہ موڑ لیا جائے۔

☆ یہی دونوں چیزیں یعنی توحید اور حسنِ نیت اعمال کی قبولیت میں اساس ہیں۔

عقیدۂ توحید کے بغیر اگرچہ اعمال کے انبار لگا دیئے جائیں لیکن عنداللہ ان کی ذرہ برابر حیثیت نہیں ہوگی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ﴾ جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے۔ [المآئدۃ:۷۲] اسی طرح وہ اعمال جنھیں ریاکاری، دکھاوا، لوگوں کی داد وصول کرنے یا دیگر لوگوں پر دنیاوی لحاظ سے برتری حاصل کرنے کے لئے سرانجام دیا جائے اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾ اللہ کو جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس تک تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔[الحج:۳۷] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إنما الأعمال بالنيات)) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔(صحیح بخاری:۱، صحیح مسلم:۱۹۰۷)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تمھارے جسموں اور شکل وصورت کو نہیں دیکھتا وہ تو دلوں کی کیفیت کو دیکھتا (جانچتا) ہے۔(صحیح مسلم:۳۳/۲۵۶۴)

[لمحۂ فکریہ] '' یہ عجیب بات ہے کہ آج کل حدیث کے بارے میں اگر کوئی ٹھوس کام ہوا ہے تو شخصی اداروں کے ماتحت ہوا ہے، آل انڈیا یا آل پاکستان قسم کی تنظیموں کے ذریعہ، یہ علمی کام نہیں ہوسکا، کیونکہ تنظیمی مزاج کے تقاضے کچھ اور ہیں۔ زیادہ تر، تنظیمی دورے ہوتے ہیں اور ممبر سازی ہوتی ہے اور اسی طرح تنظیمی مناصب اور عہدوں کے لئے کشمکش بپا ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی تنظیم کے پیٹ سے کئی تنظیمیں جنم لیتی ہیں اور کوئی علمی اور تحقیقی کام نہیں ہو پاتا۔ اس کی افسوس ناک مثال یہ ہے کہ مولانا عبدالحکیم نصیر آبادی اور مولانا شرف الدین دہلوی، دونوں کے تعاون سے مسند احمد بن حنبل کی تبویب مرتب کی گئی اور آج سے پچاس سال قبل اس کا مسودہ آل انڈیا'' کانفرنس'' (اہلحدیث) کے مرکزی دفتر دہلی کے حوالہ کیا گیا لیکن افسوس ہے کہ آج تک پتہ نہ چل سکا کہ مسودہ، بلکہ یہ نایاب شاہکار کہاں ضائع ہوگیا؟

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تراجم علمائے حدیث ہند جلد اص ۱۸۴، تذکرہ: مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب مرحوم)

اس کے برعکس علمی، تصنیفی اور تحقیقی کام، ان اداروں نے کئے ہیں، جو کسی فردِ واحد نے، یا چند احباب کے تعاون سے قائم ہوئے یا ایک ہی فرد نے مخلص احباب کے تعاون سے بڑے سے بڑا تصنیفی اور تحقیقی کام انجام دے دیا۔ مثلاً: ① عون المعبود: مصنفہ: مولانا شمس الحق ڈیانوی

② تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی۔ مولفہ: مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ

③ مرعاۃ المفاتیح، مؤلفہ: مولانا عبیداللہ مبارکپوری حفظہ اللہ تعالیٰ

جس کی اب تک ۷ یا ۸ جلدیں طبع ہوچکی ہیں، اس عظیم الشان حدیثی شاہکار کا آغاز چند مخلص احباب کے تعاون سے شروع ہوا تھا۔ جن میں (۱) حافظ زکریا صاحب (۲) اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے نام نمایاں ہیں۔''

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور، اشاعتِ خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ ص ۵۶۸)

[مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کی اس تحریر میں ان لوگوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے جو افرادو زر کی قوت سے مالا مال ہیں لیکن اپنی توانائیاں غیر ضروری امور میں صرف کررہے ہیں جس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہورہا۔]